ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
26
19 تا 25 شوال المکرم 1439ھ / 3 تا 9 جولائی 2018ء

قوت برداشت کا امتحان

حقیقت یہ ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر بہت دشوار کام ہے۔ یہ آدمی کی بہترین صلاحیتوں کو نچوڑ لیتا ہے۔ اس میں قدم قدم پر انسان کی قوتِ برداشت کا امتحان لیا جاتا ہے اور اسے سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کام کو وہی شخص انجام دے سکتا ہے جس میں مصائب کو جھیلنے کی طاقت ہو، جو چوٹ پر چوٹ کھانے کے باوجود دین پر جمے رہنے کی استطاعت رکھتا ہو، جسے شاہانِ وقت کے سامنے کلمۂ حق کہنے میں باک نہ ہو۔ جس کے عزم وحوصلہ کا یہ عالم ہو کہ دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے سچائی کے اظہار سے باز نہ رکھ سکے اور جس میں اتنی جرأت اور ہمت ہو کہ بڑے سے بڑے جبار اور ظالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان پہلے اپنی خواہشاتِ نفس پر غلبہ پائے اور احکامِ الٰہی کے تابع ہو جائے، کیونکہ جس شخص میں اپنے نفس کی خواہشات پر غالب آنے کی صلاحیت نہیں ہے، وہ دوسروں کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ صبر کا وصف ان تمام خوبیوں کا جامع ہے۔ جس شخص میں صبر کا وصف ہے، وہ اس قابل ہوگا کہ سخت ترین حالات میں بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض انجام دے سکے اور مسلسل انجام دیتا رہے۔ لیکن جو شخص اس وصف سے محروم ہے وہ اس کام کو انجام نہیں دے سکتا اور اگر کبھی اس کی ہمت کر بھی گزرے تو ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

سید جلال الدین عمری

اس شمارے میں

”پیغامِ پاکستان“ کے حوالے سے تنظیم اسلامی کا موقف (بیانیہ)
رمضان کا حاصل
مطالعۂ کلامِ اقبال (76)
اب امریکہ اسلام کی تشریح کرے گا؟
رونا ہے یہ سارے گلستاں کا
انصاف
تصفیہ اور تزکیہ کا فرق

الھدیٰ (809)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

قیامت کے دن سب کے سر اللہ کے سامنے جھکے ہوں گے

سُورۃُ طٰہٰ — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات:105تا110

وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡجِبَالِ فَقُلۡ یَنۡسِفُہَا رَبِّیۡ نَسۡفًا ﴿۱۰۵﴾ فَیَذَرُہَا قَاعًا صَفۡصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰی فِیۡہَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمۡتًا ﴿۱۰۷﴾ یَوۡمَئِذٍ یَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَہٗ ۚ وَ خَشَعَتِ الۡاَصۡوَاتُ لِلرَّحۡمٰنِ فَلَا تَسۡمَعُ اِلَّا ہَمۡسًا ﴿۱۰۸﴾ یَوۡمَئِذٍ لَّا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَۃُ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَہُ الرَّحۡمٰنُ وَ رَضِیَ لَہٗ قَوۡلًا ﴿۱۰۹﴾ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ مَا خَلۡفَہُمۡ وَ لَا یُحِیۡطُوۡنَ بِہٖ عِلۡمًا ﴿۱۱۰﴾

آیت ۱۰۵ ﴿وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡجِبَالِ﴾ ”اور (اے نبیﷺ!) یہ لوگ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں“

واقعاتِ قیامت کے سلسلے میں جب آپﷺ ان کو بتاتے ہیں کہ روزِ محشر روئے زمین ایک صاف اور ہموار میدان کا نقشہ پیش کرے گی تو یہ لوگ سوال کرتے ہیں کہ اتنے بڑے بڑے پہاڑی سلسلوں کا کیا بنے گا؟ وہ کہاں چلے جائیں گے؟

﴿فَقُلۡ یَنۡسِفُہَا رَبِّیۡ نَسۡفًا ﴿۱۰۵﴾﴾ ”آپؐ کہہ دیجیے کہ میرا رب ان کو ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دے گا۔“

آیت ۱۰۶ ﴿فَیَذَرُہَا قَاعًا صَفۡصَفًا ﴿۱۰۶﴾﴾ ”اور چھوڑ دے گا اس (زمین) کو صاف چٹیل میدان بنا کر۔“

آیت ۱۰۷ ﴿لَّا تَرٰی فِیۡہَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمۡتًا ﴿۱۰۷﴾﴾ ”آپ نہ تو اس میں کوئی ٹیڑھ دیکھیں گے اور نہ کوئی ٹیلا۔“

تب زمین ایک ہموار چٹیل میدان کی صورت اختیار کر جائے گی اور دیکھنے والا اس میں کوئی نشیب و فراز محسوس نہیں کرے گا۔

آیت ۱۰۸ ﴿یَوۡمَئِذٍ یَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَہٗ ۚ﴾ ”جس دن پیچھے چل پڑیں گے سب لوگ ایک پکارنے والے کے‘ ممکن نہیں کہ اس سے ذرا کج ہو سکیں۔“

تمام انسانوں کو اس دن جب اکٹھے ہونے کے لیے پکارا جائے گا تو ہر کوئی اس پکار پر لبیک کہے گا۔ کسی کے لیے ممکن نہیں ہو گا کہ اس حکم کو نظر انداز کر کے اِدھر اُدھر ہو سکے۔

﴿وَ خَشَعَتِ الۡاَصۡوَاتُ لِلرَّحۡمٰنِ فَلَا تَسۡمَعُ اِلَّا ہَمۡسًا ﴿۱۰۸﴾﴾ ”اور تمام آوازیں رحمٰن کے سامنے پست ہو جائیں گی‘ چنانچہ تم نہیں سن سکو گے مگر ایک بھنبھناہٹ سی۔“

آیت ۱۰۹ ﴿یَوۡمَئِذٍ لَّا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَۃُ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَہُ الرَّحۡمٰنُ وَ رَضِیَ لَہٗ قَوۡلًا ﴿۱۰۹﴾﴾ ”اس دن کوئی شفاعت ہرگز مفید نہیں ہو گی مگر جس کے لیے رحمٰن نے اجازت دی ہو اور اس کے لیے اس نے بات پسند کی ہو۔“

آیت ۱۱۰ ﴿یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ مَا خَلۡفَہُمۡ وَ لَا یُحِیۡطُوۡنَ بِہٖ عِلۡمًا ﴿۱۱۰﴾﴾ ”وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ احاطہ نہیں کر سکتے اُس کے علم کا۔“

فرمان نبویؐ

دنیا کا غم

عَنۡ اَنَسِ بۡنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَنۡ كَانَتِ الۡاٰخِرَةُ هَمَّهٗ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِيۡ قَلۡبِهٖ وَجَمَعَ لَهٗ شَمۡلَهٗ وَاَتَتۡهُ الدُّنۡيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَمَنۡ كَانَتِ الدُّنۡيَا هَمَّهٗ جَعَلَ اللّٰهُ فَقۡرَهٗ بَيۡنَ عَيۡنَيۡهِ وَفَرَّقَ عَلَيۡهِ شَمۡلَهٗ وَلَمۡ يَاۡتِهٖ مِنَ الدُّنۡيَا اِلَّا مَا قُدِّرَ لَهٗ)) (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جسے سب سے زیادہ فکر آخرت کی ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور اس کے اُلجھے ہوئے کاموں کو سُلجھا کر اس کے دل کو تسکین دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل و خوار ہو کر آتی ہے (یعنی دنیا کا مال و متاع جو اس کی قسمت میں لکھا ہے بغیر کسی شدید مشقت کے آسانی سے اس کے پاس پہنچ جاتا ہے)۔ جو شخص دنیا کے عیش پر مر مٹنے کا فیصلہ کر چکا ہو، اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کو مسلط کر دیتا ہے (یعنی وہ محسوس کرتا ہے کہ میں لوگوں کا محتاج ہوں) اور اللہ تعالیٰ اس کے سلجھے ہوئے معاملات کو پراگندہ کر کے اُلجھا دیتا ہے (اس لیے وہ سکونِ قلب کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے) اور دُنیا کا رزق (زیادہ نہیں بلکہ) اسے صرف اتنا ہی ملتا ہے، جتنا اس کے مقدر میں ہوتا ہے“۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
19 تا 25 شوال 1439ھ — جلد 27
3 تا 9 جولائی 2018ء — شمارہ 26
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دار الاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

''پیغام پاکستان'' کے حوالے سے

تنظیم اسلامی کا موقف (بیانیہ)

حال ہی میں حکومتی سطح پر ایک اہم ایشو پر پاکستان کے اسلامی تشخص کے حوالے سے ایک بیانیہ کا اجراء ہوا ہے۔ پاکستان کے معروف اور مستند علماء کرام سے اس کی توثیق کا اہتمام بھی کیا گیا۔ ملک کے چوٹی کے علماء کی اکثریت نے حکومتی بیانیے کی جزوی تائید کرتے ہوئے مختلف پہلوؤں سے اختلاف رائے کا اظہار بھی کیا— تاہم حکومتی سطح پر ایک مخصوص بیانیے کو فیصلہ کن قرار دیا گیا۔ رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند!

یہ سوال کہ پاکستان حقیقی معنوں میں ایک اسلامی ریاست ہے یا نہیں ہے۔ عام دینی حلقوں میں اس پر کم ہی گفتگو کی جاتی ہے' جبکہ تنظیم اسلامی کے بانی ڈاکٹر اسرار احمدؒ اس بارے میں نہ صرف یہ کہ ایک واضح موقف رکھتے تھے بلکہ اپنی تحریروں اور تقاریر میں دوٹوک انداز میں اس کا اظہار بھی کرتے تھے' اور بالخصوص اہم قومی ایام مثلاً یومِ پاکستان 23 مارچ اور یوم آزادی 14 اگست کے مواقع پر ان موضوعات پر خصوصی خطابات اور سیمینار وغیرہ کا اہتمام بھی کرتے تھے' اور بحمد اللہ تنظیم اسلامی کی سطح پر یہ کام آج بھی جاری ہے:

تنظیم اسلامی اور اس کے بانی کے موقف کا خلاصہ نکات کی شکل میں درج ذیل ہے:

1- پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا۔ کون نہیں جانتا کہ مسلمانانِ برصغیر نے آزادی کی تحریک اس بنیاد پر چلائی تھی کہ ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ''۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پاکستان کا قیام اللہ تعالیٰ کی خصوصی تائید غیبی کا مظہر تھا۔ اس حقیقت کا اظہار قائداعظم نے بھی اپنے معالجین کی ایک ٹیم کے سامنے کیا تھا جس کے راوی ڈاکٹر ریاض علی شاہ ہیں جو قائداعظم کے آخری ایام میں اس ٹیم کا حصہ تھے۔

2- قیام پاکستان کے فوراً بعد قومی سطح پر قراردادِ مقاصد منظور کی گئی جس میں اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کا ببانگ دہل اقرار کیا گیا۔ بعد ازاں اسے دستورِ پاکستان کا باقاعدہ جزو بنا دیا گیا۔ اور اسی کی بنیاد پر پاکستان کو دستوری طور پر ایک اسلامی ریاست کا مقام نظری طور پر حاصل ہوگیا **فالحمد لله علی ذلك**۔ واضح رہے کہ پاکستان کا آئینی نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' ہے جبکہ عالم اسلام کے دیگر ممالک میں سے کسی کے نام میں بھی ''اسلام'' کا لفظ شامل نہیں ہے۔

3- قیام پاکستان کے بعد قراردادِ مقاصد کی منظوری دینی حوالے سے ایک مثبت پیش رفت تھی جس میں اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کا واضح اقرار موجود تھا، اور بعد ازاں اس قرار داد مقاصد کو دستور پاکستان کا باقاعدہ حصہ بنا دیا گیا۔ لیکن دستور کی اس شق کو پورے دستور پر حاوی قرار

نہیں دیا گیا۔ چنانچہ طرفہ تماشا یہ ہوا کہ دستور میں ایک جانب اللہ کو حاکم اعلیٰ قرار دیا گیا ہے‘ تو دوسری جانب اسی دستور کی بعض شقیں صریحاً خلافِ اسلام بھی ہیں، اور نہایت قابل افسوس امر ہے کہ ہماری اعلیٰ عدلیہ نے بھی دستور کی تشریح کرتے ہوئے یہ مؤقف اختیار کیا کہ دستور کی کوئی ایک شق دوسری پر حاوی نہیں ہے۔ چنانچہ دستور کے اس ابہام کی آڑ میں انہوں نے بہت سے مواقع پر صریحاً خلافِ اسلام فیصلے صادر ’’فرمائے‘‘۔ اور اپنے ان شرمناک ’’تاریخی‘‘ فیصلوں کے ذریعے ثابت کر دیا کہ دستور میں اللہ کی حاکمیت کا اقرار محض نمائشی ہے‘ حقیقت میں ہم اس دستور کے تحت اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کو عملاً تسلیم نہیں کرتے۔ (واضح رہے کہ اسی تناظر میں بانیٔ تنظیم اسلامی نے نواز شریف کو جب وہ ہیوی مینڈیٹ کے ساتھ کامیاب ہوئے تھے، مخلصانہ مشورہ دیا تھا کہ وہ اسمبلی میں اپنی دو تہائی اکثریت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دستور میں چند ضروری ترامیم کریں جس کے ذریعے اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کو حقیقی معنوں میں موثر بنایا جا سکے۔

4- اس تناظر میں بانی تنظیم اسلامی کا موقف یہ تھا کہ چونکہ ہمارے دستور میں نظری طور پر اللہ تعالیٰ کو حاکم اعلیٰ (Sovereign) مانا گیا ہے لہٰذا ریاست پاکستان کو اسلامی ریاست تسلیم کیا جائے گا‘ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ عملاً اللہ کی حاکمیت کا عملی نفاذ یہاں ریاستی سطح پر سرے سے کیا ہی نہیں گیا، بلکہ آج تک بھی کم و بیش ہمارا پورا حکومتی و ریاستی نظام انگریز کے بنائے ہوئے قوانین پر ہی چل رہا ہے۔

مصور پاکستان علامہ اقبال اور معمار پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نئی ریاست پاکستان کے اسلامی فلاحی ریاست ہونے کے حوالے سے مکمل فکری ہم آہنگی رکھتے تھے۔ خطبہ الہ آباد میں علامہ کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانانِ برصغیر کو آزاد خطہ زمین اس لیے درکار ہے تا کہ دورِ ملوکیت میں اسلام کے روشن چہرے پر جو بدنما داغ پڑ گئے تھے انہیں دور کر کے دنیا کو ایک حقیقی اسلامی ریاست کا نمونہ پیش کیا جائے اور بانیٔ پاکستان قائد اعظم کا یہ بیان ریکارڈ پر ہے، فرماتے ہیں کہ پاکستان کا آئین تو تیرہ سو سال پہلے قرآن پاک کی صورت میں نازل ہو چکا ہے۔ لیکن آج ہم ریاست کی سطح پر قرآن پاک کی تعلیمات اور سنت رسولؐ سے عملی طور پر کوسوں دور ہیں۔ قرآن پاک نے انسان کی اجتماعی زندگی کے سیاسی اور معاشی گوشوں کے حوالے سے بنیادی اصول فراہم کر دیے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج قیام پاکستان کے 71 سال بعد بھی ملکی معیشت کی بنیاد سود پر ہے۔ حالانکہ ہماری وفاقی شرعی عدالت 1981ء میں بینک انٹرسٹ کو سود قرار دے کر حکومت کو یہ فیصلہ سنا چکی تھی کہ ایک سال کے اندر اندر سودی معیشت کا خاتمہ کیا جائے اور اس کے متبادل اسلامی مالیاتی قوانین کی روشنی میں مکمل لائحہ عمل بھی حکومت کو دے دیا گیا تھا لیکن اس واضح فیصلے کے آنے کے بعد بھی آج تک ہم سودی نظام کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ واضح رہے کہ سود کے حوالے سے قرآن حکیم کا دوٹوک فرمان ہے کہ اگر تم سود سے باز نہیں آتے تو سن لو، اللہ اور رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اس تناظر میں کہ ہم بحیثیت ریاست ڈھٹائی کے ساتھ اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف حالت جنگ میں ہیں، پاکستان کو اسلامی ریاست قرار دینا کیا مشکوک نہیں ہو جاتا؟ قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے اسلامی معاشرتی نظام کو بھی بہت اہمیت دی ہے اور اُسے کھول کر بیان کیا ہے لیکن بدقسمتی سے معاشرتی اور سماجی حوالے سے ہماری پستی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ ہم نے بطور ریاست پرویز مشرف کے دور سے مغربی تہذیب کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا ہے۔ جو اب ریاست پاکستان میں نیچے عوام تک سرایت کر چکا ہے۔ عریانی اور بے حیائی کا دور دورہ ہے۔ عورت کا پردہ اور مرد و زن کا نگاہیں نیچی رکھنا جس کا قرآن پاک واضح حکم دیتا ہے، اسے (معاذ اللہ) پسماندگی اور جہالت سمجھا جانے لگا ہے۔ مغرب کی تقلید کرتے ہوئے عورت کو شمع محفل نہیں مارکیٹ Commidity بنا دیا گیا ہے عورت کو مرد کو لبھانے کی ذمہ داری دے دی گئی ہے تا کہ تجارت اور کاروبار کو ترقی دی جا سکے۔ ریاستی سطح پر بھی خلافِ اسلام اور خلاف آئین قانون سازی ہو رہی ہے۔ 1961ء میں ایک فوجی طالع آزما نے ایسے عائلی قوانین نافذ کیے تھے جسے مسلمانوں کے تمام مسالک نے غیر شرعی اور غیر اسلامی قرار دیا تھا لیکن آج تک ان میں کوئی تبدیلی جمہوری اور سول حکومت بھی نہ لا سکی حالانکہ جماعتی اور گروہی مفاد میں انہوں نے آئین میں متعدد ترامیم بھی کی ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حقوقِ نسواں کے تحفظ کی آڑ میں خلافِ شریعت قوانین کا مسلسل اضافہ کیا جاتا رہا ہے۔

قصہ کوتاہ، ریاستی سطح پر ہمارا معاشی نظام سود پر استوار ہے‘ جس کے حوالے سے از روئے قرآن ہم اللہ اور رسولؐ کے خلاف حالت جنگ میں ہیں۔ گویا ہمارا شمار اللہ کے باغیوں میں ہے‘ ہمارے معاشرتی اور عائلی نظام میں بے شمار شقیں صریحاً خلاف اسلام ہیں‘ ہمارا سارا حکومتی نظام آج بھی انگریزوں کے بنائے ہوئے اصولوں پر چل رہا ہے۔ اسی طرح ہمارا عدالتی نظام

بھی صریحاً اسلام کے خلاف ہے اور اس میں کسی تبدیلی کے لیے ہم تیار نہیں ہیں۔

ایسے معاشرے میں جہاں ریاستی اور آئینی سطح پر اللہ کی حاکمیت کو زبانی طور پر تسلیم کیا جاتا ہو لیکن عملی طور پر وہ معاشرے اسلامی قوانین اور نظام سے محروم ہو، وہاں علماء کرام کی ذمہ داریاں دوچند ہو جاتی ہیں۔ ایسے 'مسلمان' معاشرے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ اہم ترین بن جاتا ہے۔ بالخصوص نہی عن المنکر اگر نہ کیا جائے تو قرآن وحدیث کی رُو سے ایسے معاشرے پر دنیا میں بھی اللہ کی طرف سے پھٹکار مسلط کر دی جاتی ہے اور وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوتے ہیں۔ بحوالہ سورۃ مائدۃ' (آیات: 63 اور 78)

اب آیئے، اُس نکتے کی طرف جس بنا پر پیغام پاکستان کے اجراء کی ضرورت محسوس کی گئی اور وہ ہے دہشت گردی سے نجات حاصل کرنا۔ تنظیم اسلامی کے نزدیک دہشت گردی کا ارتکاب ایک گھناؤنا فعل ہے جو قابل مذمت ہی نہیں قابل نفرت بھی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا تمام دہشت گرد پیدائشی دہشت گرد تھے۔ یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ پاکستان کی شمال مغربی سرحد کی رضا کارانہ طور پر حفاظت کرنے والے دوست قبائلی ریاست کے دشمن کیوں بن گئے؟ حقیقت یہ ہے کہ کوئی اچھا معالج مرض کے ابتدائی سطح پر ہی میجر آپریشن کا فیصلہ نہیں کرتا۔ وہ دوا دارو سے کام لیتا ہے۔ مریض کو اُن خطرات سے آگاہ کرتا ہے جو مرض کے بگڑنے کی صورت میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ فکری امراض جسمانی امراض سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ فکری مریض زیادہ توجہ کا مستحق ہوتا ہے اُسے دعوت وتربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُس کی ناپختہ سوچ کو صحیح راہ پر لانے کے لیے محنت اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ فکری مریض کو صرف طاقت کے بل بوتے پر راہ راست پر نہیں لایا جا سکتا۔ طاقت کا فوری استعمال بسا اوقات اُسے دشمن کی صفوں میں دھکیل دیتا ہے پھر یہ کہ اُس کے تحفظات کو ایڈریس کرنے اور بلا تعصب ایڈریس کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس نکتہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ نائن الیون اور سانحہ لال مسجد سے پہلے پاکستان میں دہشت گردی کا نام ونشان نہیں تھا۔

ہمارے نزدیک پاکستان میں سیکولرازم کا خاتمہ اور اسلام کا حقیقی نفاذ یقینی طور پر اُس پراپیگنڈے کی ہوا نکال دیتا جسے آڑ بنا کر دشمن دہشت گردی کروا رہا تھا۔ اسلام کا عادلانہ نظام دشمن کے منحوس عزائم کو ناکام بنا دیتا۔ لیکن بدقسمتی سے ہم نے ڈنڈا گھمانے پر اکتفا کیا۔ سیدھی سی بات ہے کہ بھارت امریکہ اور اسرائیل جیسی اسلام دشمن قوتیں کبھی یہ نہ چاہیں گی کہ پاکستان میں اسلام کا عادلانہ نظام رائج ہو۔ وہ اس حوالے سے ایک طرف ریاست کی مقتدر قوتوں کو دباؤ میں لائیں گی اور دوسری طرف دہشت گردوں کی پشت پناہی کریں گی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارا یہ ملک جو اس اعتبار سے یقیناً بہت منفرد اور مقدس ہے کہ اسلام کے نام پر بنا' لیکن آج اللہ کے دین سے بے وفائی اور غداری کے باعث اللہ کی رحمت اور نصرت سے محروم ہے۔ بلکہ ''ضربت علیھم الذلۃ...... کا شکار ہے۔'' اللہ نے تو مسلمانوں سے دوٹوک وعدہ کیا ہے کہ: وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ واضح رہے کہ یہ خطاب مسلمانوں سے ہے' کفار سے نہیں ہے'

غور کیجیے کیا آج ہم دنیا میں سربلند ہیں؟

حرف آخر

جاری کردہ پیغام پاکستان کا مخمصہ یہ ہے کہ پاکستان کے حکمران اور تمام مقتدر قوتیں آئینی اور قانونی طور پر وہ حقوق یا قوت حاصل کرنا چاہتی ہیں جو صحیح معنوں میں ایک اسلامی فلاحی ریاست کو حاصل ہیں۔ لیکن پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی راہ میں جو حقیقی رکاوٹیں موجود ہیں انہیں دور کرنے کو تیار نہیں۔ ریاست پاکستان اس وقت اسلامی اور سیکولر قوانین کا ملغوبہ ہے۔ ایک مسلمان کے لیے اسلامی ریاست کے خلاف جدوجہد یقیناً جرم ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ریاست پہلے ثابت تو کرے کہ وہ حقیقی طور پر اسلامی ریاست ہے۔ یہ ثبوت نظری طور پر بھی (یعنی آئین اور تعزیرات پاکستان کے مطابق) پیش کیے جائیں اور عملی طور پر ریاستی سطح پر ان کا نفاذ بھی ہو۔ جب آپ اسلامی نظریاتی کونسل میں ایسے لوگ بٹھا دیں گے جو واضح طور پر کہتے ہیں کہ ''ریاست کی سطح پر دین کی بات کرنے کا کسی کو حق نہیں'' مزید برآں ایسے نام نہاد مذہبی سکالرز کی حوصلہ افزائی کریں گے جو اس طرح کی موشگافیاں کرتے ہیں کہ ''پاکستان کو اسلامی ریاست بنانا ازروئے شرع کہیں مطلوب نہیں'' اور حکمرانوں کی طرف سے عملی مظاہرہ بھی ان اقوال کی روشنی میں ہو رہا ہو تو پھر آپ ان حقوق یا قوت کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب کیسے ہو سکتے ہیں جو ایک اسلامی ریاست کا حق ہے۔ اگر مذہب کو ریاستی امور میں دخل اندازی کا حق نہیں ہے تو ریاست کو محض اپنے مفادات کے تحت مذہب کو استعمال کرنے کا حق کیسے حاصل ہو گیا؟

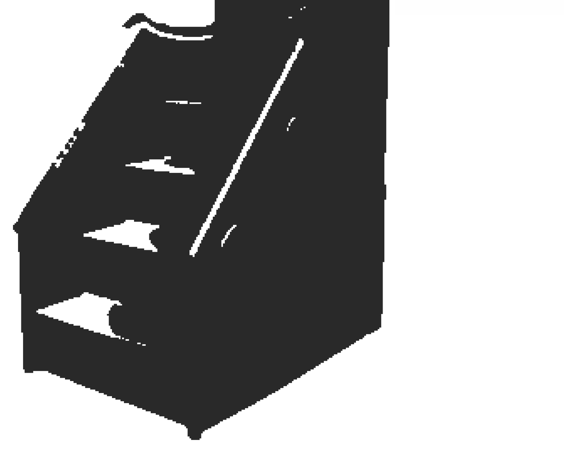

رمضان کا حاصل

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 22 جون 2018ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

قارئین! نیکیوں کا موسم بہار ماہ رمضان تو رخصت ہو چکا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نظام ہے۔ اللہ تعالیٰ موقع دیتا ہے۔ ہر سال رمضان آتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ خوش نصیب وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس ماہ مبارک کی برکات سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس رحمتوں والے مہینے کو بھی غفلت میں گزار دیا۔ واقعتاً افسوس ہوتا ہے کہ نیکیوں کی لوٹ سیل کا مہینہ جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح ہوتی ہے لیکن ہم اس کی طرف متوجہ ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ اگر ہم اوسطاً اندازہ لگائیں تو مسلمانوں میں پنج وقتہ نماز پڑھنے والے صرف آٹھ دس فیصد ہوں گے۔ البتہ روزے کا اہتمام اس سے قدرے زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ رمضان میں مسجدوں میں حاضری پہلے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر ان کا بھی آپ حقیقت پسندانہ اندازہ لگائیں گے تو وہ زیادہ سے زیادہ بارہ پندرہ فیصد ہوں گے۔ ایسے لوگوں سے بھی ملاقات ہوئی ہے جو بانی محترم کے درس سن کر دین کی طرف متوجہ ہوئے، وہ بتاتے ہیں کہ ہم نے کبھی عید کی نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔ ایک صاحب نے بتایا کہ میرے پاس گاڑی تھی اور میرا دوست جمعۃ الوداع کے لیے جا رہا تھا اور مجھے کہا کہ مجھے گاڑی میں مسجد تک لے جاؤ۔ میں اسے مسجد تک لے کر گیا اور اس نے جمعہ پڑھ لیا لیکن میں باہر گاڑی میں ہی بیٹھا رہا۔ اب ماشاء اللہ نے ان کو کافی اچھے مقام پر پہنچایا ہے۔ لیکن بہر حال ہمارے لوگوں کا دین کے ساتھ تعلق کتنا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ رمضان سے بھی کتنے فیصد لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں؟ اصل میں بدنصیب ہیں جنہوں نے یہ رحمتوں کا مہینہ غفلت میں گزار دیا۔ ان بدنصیبوں میں دو طرح کے لوگ ہیں۔ ایک وہ ہیں جو سرے سے روزہ رکھتے ہی نہیں۔ ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ ہماری ایلیٹ کلاس اکثر اس رُخ پر ہے الا ماشاء اللہ۔ دوسرے وہ ہیں جنہوں نے روزہ تو رکھا لیکن جیسا کہ احادیث میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ بعض روزہ رکھنے والے بھی ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ روزہ تو رکھ لیا ہے لیکن باقی اعمال میں کوئی بہتری نہیں لائی۔ یعنی روزے کی حالت میں جائز کاموں سے رک رہے ہیں کہ بھوک لگی ہے تو کھانا نہیں کھا رہے، پیاس لگی

مرتب: ابو ابراھیم

ہے تو پانی نہیں پی رہے، بیوی پاس موجود ہے تو اس سے قربت نہیں کر رہے ہیں لیکن ویڈیوز دیکھ رہے ہیں، غلط کام کر رہے ہیں، یہ تو کوئی روزہ نہیں ہوا کہ جائز چیزوں کو تو اپنے اوپر حرام کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لیکن ناجائز چیزوں کا کام جاری ہے۔ یہ روزہ نہیں ہے بلکہ یہ فاقہ ہے۔ اسی طرح یہ حدیث بھی ہے کہ حضور ﷺ نے منبر پر چڑھتے ہوئے ہر قدم پر آمین کہا۔ جب صحابہؓ نے اس کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ جب میں نے پہلے زینے پر قدم رکھا تو جبرائیل امینؑ نے کہا: تباہ و برباد ہو وہ محروم جو رمضان پائے اور اس میں بھی اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو، میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں نے منبر کے دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا: تباہ و برباد ہو وہ بے توفیق جس کے سامنے آپؐ کا ذکر آئے اور وہ آپؐ پر درود نہ بھیجے، میں نے اس پر بھی کہا: آمین۔ پھر جب میں نے منبر کے تیسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا: تباہ و برباد ہو وہ محروم آدمی جس کے ماں باپ یا اُن دو میں سے ایک اس کے سامنے بوڑھے ہو جائیں اور وہ (ان کی خدمت کر کے) جنت کا مستحق نہ ہو جائے اس پر بھی میں نے کہا: آمین

ماہ رمضان کی فضیلت اور برکت کا ایک پہلو تو ہم پر واضح ہے کہ اس میں ہر نیکی کا اجر ستر گنا زیادہ ہوتا ہے اور اسی میں ایک رات وہ بھی ہے کہ جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ لیکن ایک رمضان کا دوسرا پہلو بھی ہے جس کا تعلق رمضان کے بعد سے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو بھوکا پیاسا رکھ کر خوش نہیں ہوتا بلکہ روزے کی عبادت کا باقاعدہ ایک مقصد ہے اور وہ ہے تقویٰ کا حصول:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۸۳﴾

”اے ایمان والو! تم پر بھی روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے کہ فرض کیا گیا تھا تم سے پہلوں پر تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے۔“ (البقرۃ:183)

تقویٰ اصل میں انسانوں کی ہی اہم ضرورت ہے جس کے لیے روزہ فرض کیا گیا۔ اب تقویٰ کیسے پیدا ہوگا؟ اس کے لیے روزہ ایک ٹریننگ ہے۔ ہم نے اللہ کو رب مانا، محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا رسول مانا، اس کا لازمی منطقی تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ ہمہ معاملے میں اللہ اور رسول ﷺ کی بتائی ہوئی ہدایت پر عمل کریں۔ وہ رب ہے، مالک ہے، خالق ہے۔ اس نے ہماری ہدایت کے لیے قرآن

نازل کیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا اور یہ بھی بتا دیا کہ یہ دنیا تمہاری عیش گاہ نہیں ہے بلکہ تمہیں دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہے تا کہ:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ﴾ ''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔''

یہاں ہمارا امتحان ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو آزما رہا ہے کسی کو زیادہ دے کر، کسی کو کم دے کر، کسی کو جھونپڑی سے اٹھا کر شاہی محل میں پہنچا دیا اور کوئی تخت سے تختہ تک پہنچ گیا۔ آزمائش یہ ہے کہ کون اس آزمائش میں اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کو توڑتا ہے اور کون صبر و شکر کے ساتھ اللہ کی بندگی اختیار کرتا ہے۔ اس کے لیے اللہ نے قرآن میں راہنمائی دے دی اور رسول اللہ ﷺ کو کامل نمونہ بنا کر بھیجا۔ اب تقویٰ یہ ہے کہ انسان اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کی پیروی میں زندگی گزارے۔ دوسرے الفاظ میں اللہ و رسول ﷺ کی نافرمانی سے بچنا، گناہوں، ناجائز اور حرام چیزوں سے بچنا تقویٰ ہے اور دنیا کی اس آزمائش میں کامیابی کے لیے تقویٰ بہت ضروری ہے۔ اگر تقویٰ نہیں ہوگا تو پھر ہماری آخرت بہت زیادہ خطرے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی گناہ گار کو بھی معاف کر دے اس کو اختیار ہے لیکن اس نے جو اپنا ضابطہ قرآن میں بتایا ہے وہ یہ ہے کہ اُخروی کامیابی یعنی جنت اُن کو ملے گی جو متقین ہوں گے؟

﴿اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۳﴾﴾ ''وہ تیار کی گئی ہے (اور سنواری گئی ہے) اہل تقویٰ کے لیے۔'' (آل عمران)

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾﴾ ''یقیناً اہل تقویٰ کے لیے کامیابی ہوگی۔'' (النباء)

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَعِیْمٍ ﴿۱۷﴾﴾ ''یقیناً متقی لوگ باغات میں اور نعمتوں میں ہوں گے۔'' (طور)

﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾﴾
﴿قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ﴿۲۶﴾﴾ ''اور وہ (اہل جنت) ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے باہم سوال کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہم پہلے اپنے اہل وعیال میں ڈرتے ہوئے رہتے تھے۔'' (طور)

یعنی ہم ڈرتے رہتے تھے اس خیال سے کہ کہیں اللہ کا عذاب ہمیں نہ پکڑ لے اور اس وجہ سے ہم گناہوں سے بچتے تھے۔ تو اللہ کا فضل ہوا ہے کہ آج ہم یہاں پر جمع ہیں۔

اس وقت مسلمان تو دنیا میں اربوں کی تعداد میں ہیں لیکن تقویٰ کہاں ہے؟ قرآن مجید کے جس مقام پر روزے کے سارے احکام بیان ہوئے ہیں وہیں پر تقویٰ کا لٹمس ٹیسٹ بھی بیان ہوا ہے۔

''اور تم اپنے مال آپس میں باطل طریقوں سے ہڑپ نہ کرو اور اس کو ذریعہ نہ بناؤ حکام تک پہنچنے کا تا کہ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ہڑپ کر سکو گناہ کے ساتھ اور تم اس کو جانتے بوجھتے کر رہے ہو۔'' (البقرۃ:188)

روزے کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے اور تقویٰ کا معیار یہ ہے کہ آپ حرام سے بچیں۔ کئی لوگ جانتے بوجھتے حرام کما رہے ہوتے ہیں اور اس کو وہ گناہ بھی نہیں سمجھتے۔ جیسے ہمارے ہاں رشوت کا چلن عام ہے۔ جائز کام بھی رشوت کے بغیر نہیں ہوتے۔ پھر کتنے ہی لوگ رشوت دے کر عہدے اور ترقیاں حاصل کرتے ہیں اور اس طرح وہ دوسروں کا حق غصب کرتے ہیں۔ لیکن اس آیت میں ایک لٹمس ٹیسٹ دے دیا گیا کہ اگر اس معاملے میں انسان نے اپنی اصلاح نہیں کی تو گویا رمضان سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا کیونکہ تقویٰ حاصل نہیں ہوا۔ اس حوالے سے مولانا ابوالحسن علی ندوی نے بڑے خوبصورت انداز سے یہ بات بیان کی کہ روزے دو طرح کے ہیں۔ ایک روزہ تو وہ جو ماہ رمضان میں رکھا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں سب کو معلوم ہے کہ اس میں کیا کرنا ہے۔ لیکن ایک روزہ وہ ہے جو انسان کی زندگی کے آخری سانس تک چلتا ہے۔ جس طرح ہم رمضان کے روزے میں اپنے اوپر کچھ چیزوں کی بندش عائد کر لیتے ہیں اسی دوسرے روزے یعنی ساری زندگی کے روزے میں اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں حرام کر دی ہیں ان کی طرف جانا ہی نہیں ہے۔ یہ روزہ موت تک چلتا

پریس ریلیز 29 جون 2018ء

مغرب کی شدید مخالفت کے باوجود طیب اردگان کی کامیابی عالم اسلام کے لیے حوصلہ افزا خبر ہے

عالم اسلام کے سب حکمرانوں کو عالم اسلام کے مفادات پر فوکس کرنا چاہیے

اگر مسلمان حکمران دین کے غلبہ وقیام کے لیے مخلص ہو جائیں تو کوئی عالمی طاقت ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی

حافظ عاکف سعید

مغرب کی شدید مخالفت کے باوجود طیب اردگان کی کامیابی عالم اسلام کے لیے حوصلہ افزا خبر ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ طیب اردگان نے عالمی ایجنڈے کی مخالف سمت میں اسلام کی طرف اپنا سیاسی سفر شروع کیا تھا جس کی وجہ سے اللہ نے انہیں مسلسل کامیابیاں دی ہیں اور عوام کے دلوں میں بھی ان کی محبت ڈال دی ہے۔ انہوں نے کہا کہ باقی عالم اسلام کے حکمران بھی ان کی تقلید کرتے ہوئے اگر عالم اسلام کے مفادات پر فوکس کریں اور عالمی ایجنڈے پر چلنا چھوڑ دیں تو نہ صرف عوام ان کے لیے بھی قربانیاں دیں گے بلکہ ان کے اقتدار کے ساتھ ساتھ ملک میں بھی استحکام آئے گا۔ انہوں نے FATF کے پاکستان کے خلاف اقدامات کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ FATF سمیت تمام عالمی اداروں کا مسلمانوں کے حوالے سے معیار دہرا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عالمی اداروں کو انڈیا، اسرائیل اور برما کی دہشت گردی نظر نہیں آتی جہاں انسانی تاریخ کا بدترین ظلم ہو رہا ہے۔ عالمی ادارے ان پر تو کوئی پابندیاں عائد نہیں کر رہے لیکن مسلمان ممالک کے خلاف اقدامات کے لیے ہر بہانہ ڈھونڈا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ صرف مسلمانوں بالخصوص مسلم حکمرانوں کی اسلام سے بے وفائی کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ دین کے غلبہ اور قیام کے لیے مخلص ہو جائیں تو اللہ بھی ان کی مدد کرے گا اور امریکہ سمیت کوئی بھی عالمی طاقت ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

ہے۔قرآن وحدیث میں جن چیزوں سے بچنے کا حکم ہے ان سے بچنا بھی روزہ ہے۔رمضان کا روزہ دوسرے روزے کی ٹریننگ کے لیے ہے۔ہم رمضان کے روزے میں بعض جائز چیزیں بھی اللہ کے حکم سے اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں لیکن دوسرے روزے کا خیال ہمیں نہیں رہتا جو اس پہلے روزے کا منطقی نتیجہ ہونا چاہیے۔یعنی پوری زندگی کے روزے میں حرام کاموں کو چھوڑنے کے لیے اللہ کا حکم نہیں مانتے۔جو چھینا جھپٹی ہمارے ہاں ہوتی ہے، ہر شخص داؤ پر ہوتا ہے۔رشوت دے کر دوسروں کا حق مار رہے ہوتے ہیں، رشوت دے کر سرکاری ٹھیکے لے رہے ہوتے ہیں، سب کو پتا ہے۔یہاں تو مقصد حیات ہی یہ ہے کہ جہاں سے ہاتھ لگے مال نکالو، میرٹ پر پورے اُترتے ہو نہیں اُترتے لیکن رشوت دے کر کوئی بھی عہدہ اور ملازمت حاصل کرلو۔سرکاری محکموں کے اندر آج کشش ہی یہ سمجھی جاتی ہے کہ وہاں لوگوں سے ''مال'' نکالنے کا موقع ملتا ہے۔اب رمضان کے روزے میں ہم اگر جائز چیزیں چھوڑ بھی دیں لیکن پوری زندگی کے روزے میں ہم حرام کو بھی نہ چھوڑیں تو رمضان کا مقصد کیسے پورا ہوگا؟

رمضان میں دن کے روزے کا مقصد یہ ہے کہ انسان پرہیز گاری اختیار کرے اور رمضان کے بعد بھی حرام کاموں سے بچے۔اسی طرح رات کے قیام یعنی تراویح کی نماز کا بھی ایک مقصد ہے۔تراویح کا مطلب ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت قرآن کے ساتھ گزارا جائے۔اس کو پڑھا جائے، اس کو سمجھا جائے اور اس کی آیات میں غور وفکر کیا جائے، پھر اس سے باقی زندگی کے لیے راہنمائی حاصل کی جائے۔پھر یہ کہ قرآن مجید کے ساتھ ہمارا یہ تعلق صرف رمضان تک محدود نہ ہو جائے بلکہ رمضان میں ہمارا قرآن کے ساتھ جو تجدید تعلق ہوا ہے اسے مزید آگے بڑھایا جائے۔کیونکہ قرآن کتاب ہدایت ہے جو ہماری راہنمائی کے لیے اُتاری گئی ہے۔زندگی کے ہر ہر گوشے کے لیے اس میں ہدایت موجود ہے۔اگر ہم اس کی ہدایت پر چلیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی کی طرف لے جائے گا۔جو اصل کامیابی ہے۔ لیکن ہم نے اسے کتاب مقدس بنا کر ایک ریشمی جزدان کے اندر لپیٹ کر طاق کے اوپر سجا دیا۔کھلتا کب ہے؟ اس حوالے سے اقبال فرماتے ہیں۔

بآیاتش ترا کارے جز ایں نیست
کہ از یٰسینِ او آساں بمیری

اے مسلماں! یہ قرآن جو ایک زندہ کتاب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لیے اعلیٰ ترین تحفہ ہے لیکن تو نے اسے ایسی کتاب بنا دیا ہے کہ جو صرف مرتے ہوئے شخص کے لیے کھولی جاتی ہے تاکہ یٰسین پڑھ کر اسے سنا دی جائے تاکہ جان آسانی سے نکل جائے۔

آج ہم ایک قدم اور آگے نکل گئے ہیں۔شاید اقبال کے زمانے میں قرآن کا یہ نیا مصرف ایجاد نہیں ہوا تھا ورنہ وہ اس کا بھی ذکر کرتے۔وہ نیا مصرف بھی ہم نے مُردوں کے لیے ہی ایجاد کیا ہے زندوں کے لیے نہیں۔وہ یہ ہے کہ جب کوئی بندہ مر جائے تو اس کے تیسرے دن قرآن خوانی کر دی جائے۔گویا ہم نے سمجھ رکھا ہے کہ یہ کتاب صرف مُردوں کے لیے ہے زندوں کے لیے نہیں۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ کا قرآن کے ساتھ طرزِ عمل یہ تھا کہ ان کا معمول تھا کہ وہ ایک ہفتے میں قرآن کی تلاوت مکمل کرتے تھے۔یہ قرآن کے سات حصے (حزب) اسی وجہ سے ہیں اور اکثر صحابہؓ تہجد کی نماز میں پڑھتے تھے۔

رمضان میں قرآن سے تعلق قائم کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ قرآن کی تلاوت اور اس کو سمجھ کر پڑھنا یہ صرف رمضان کے لیے ہی نہ ہو بلکہ اس کو آگے بڑھایا جائے۔شروع میں مشکل ہوتی ہے۔والد محترمؒ فرماتے تھے کہ کچھ لوگ ہوتے ہیں کہ ساری زندگی گزر جاتی ہےجب بڑھاپے کی عمر میں پہنچتے ہیں تو پھر وہ قرآن پڑھنا چاہتے ہیں۔اس عمر میں وہ سیکھ نہیں سکتے، تلفظ صحیح نہیں ہو سکتا۔پڑھنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ پڑھا ہی نہیں جاتا۔لیکن والد محترم ان کی حوصلہ افزائی کے لیے فرمایا کرتے تھے کہ آنحضور ﷺ پر بھی جب قرآن نازل ہوا تھا تو اس وقت آپ ﷺ کی عمر چالیس سال تھی۔اگر آپ کی بھی عمر زیادہ ہے تو کوئی بات نہیں، سیکھنے کی کوشش کریں۔پھر ایک حدیث بھی ہے جس سے بڑی حوصلہ افزائی ملتی ہے کہ

''وہ شخص جو قرآن پڑھنے کا ماہر ہو وہ ان فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو معزز ہیں اور بزرگی والے ہیں اور جو شخص قرآن اٹک اٹک کر پڑھ رہا ہے اور اسے پڑھنے میں دشواری پیش آتی ہے تو ایسے شخص کے لیے دہرا اجر ہے۔'' (مسلم)

یہاں تشویق دی جا رہی ہے کہ جن لوگوں نے قرآن صحیح نہیں پڑھا ہوا وہ پڑھنے کی کوشش کریں اور جن کا معمول نہیں ہے روزانہ تلاوت کا، وہ معمول بنائیں۔سب سے بہتر مثال تو ہمارے لیے وہ ہے کہ ایک ہفتے میں قرآن کی تلاوت مکمل کی جائے لیکن اگر آپ آغاز کریں اور یہ ٹارگٹ بنا لیں کہ ایک پارہ روزانہ میں نے پڑھنا ہے تو ان شاء اللہ اس سے بھی بہت فیض ظاہر ہوگا اور اس طرح رمضان کی جو عادت ہے وہ بھی آگے برقرار رہے گی۔مزید اس میں آسانی آپ یہ پیدا کر سکتے ہیں کہ شروع میں دو رکوع پڑھ لیے، پھر اس کے بعد تھوڑا بڑھایا لیکن بالآخر کوشش کریں روزانہ ایک پارہ تلاوت کا معمول بن جائے اور ساتھ ساتھ اس کو سمجھنے کی بھی کوشش کیجیے۔کیونکہ ہمارے اندر اس وقت جو دین سے دوری ہے اس کا علاج بھی یہ قرآن ہے۔کیونکہ یہ ایمان کی کمزوری ہے اور ایمان کہاں سے اور کیسے آئے گا اس حوالے سے مولانا ظفر علی خان کا بڑا پیارا شعر ہے کہ۔

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

یعنی قرآن کی آیات پر غور وفکر کریں گے، اس کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں گے تو پھر ایمان جنریٹ ہوگا۔ کیونکہ ایمان کا منبع وسرچشمہ یہ قرآن ہے۔یا تو نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھیں تو آپ محسوس کریں گے کہ ایمانی حرارت کچھ بڑھی ہے، وہ بھی ایک ذریعے ہے لیکن مستقل ذریعہ جو ہر وقت ہمارے پاس دستیاب ہے اور جو سب سے موثر ذریعہ ہے وہ قرآن ہے۔تو اس قرآن کی تلاوت کو معمول بنائیں اور اگر قرآن پڑھنے میں دقت ہے اور آپ کی عمر زیادہ بھی ہوگئی ہو تو کسی استاد سے مدد لینے میں آپ تردد محسوس نہ کریں تو ان شاء اللہ ماہ رمضان کی برکات کا ایک تسلسل سارے سال جاری رہے گا۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان دینی تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

❁❁❁

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حیدر آباد، لطیف آباد کے مبتدی رفیق ایوب خان کی والدہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ حیدر آباد، لطیف آباد کے ملتزم رفیق جنید احمد خان کے ماموں وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

سیاساتِ حاضرہ 6

24 آں سرور آں سوزِ مشتاقی نماند — در حرم صاحبدلے باقی نماند

(افسوس صد افسوس) آج مسلمانوں اور ان کی قیادت میں قرونِ اولیٰ کا سُرور اور دینی ذوق وشوق نہیں رہا اور حرم (اہل حرم) میں کوئی صاحب دل باقی نہیں رہا

25 اے مسلماں اندریں دیرِ کہن — تا کجا باشی بہ بند اہرمن

اے مسلمان! جاگو کب تک دنیا کے اس بت خانے (سیکولرازم کے مشرکانہ ماحول) میں ابلیس کے مغربی تہذیب کے پرستاروں کی ذہنی وفکری قید میں رہو گے

26 جہد با توفیق و لذت در طلب — کس نیابد بے نیازِ نیم شب

(قرونِ اولیٰ جیسے مسلمانوں کی صفات یعنی) دین کے لیے شوق سے جدوجہد اور تلاشِ حق کی لذت ہی ہمارا اصل سرمایہ ہیں یہ صفات آدھی رات کی آہ و زاری کے بغیر حاصل نہیں ہوتیں

27 زیستن تا کے بہ بحر اندر چو خس — سخت شو چوں کوہ از ضبطِ نفس

اے مسلمان! تو کب تک نامساعد حالات کے سمندر میں تنکے کی طرح بے سمت زندگی گزارتا رہے گا اپنے اندر (اسلامی مقصد حیات کے ذریعے) ضبطِ نفس پیدا کر اور پہاڑ کی طرح اٹل ہو جا

28 گرچہ دانا حالِ دل باکس نگفت — از تو دردِ خویش نتوانم نہفت

(بالعموم) دانا انسان اپنے دل کی کیفیات (حال) کسی کو نہیں بتاتا مگر یہ (اُمت مسلمہ کا درد) ایسا درد ہے کہ میں تم سے چھپا نہیں سکتا

24۔ عالم اسلام اور بالخصوص برطانوی ہند کے مسلمانوں کی اس مغربی سیکولر استعمار کی غلامی سے نکلنے کے لیے افسوس صد افسوس کہ مسلمانوں کی موجودہ قیادت میں نہ قرونِ اولیٰ جیسا سرور ہے اور نہ دینی ذوق و شوق باقی ہے۔ آج اہل حرم میں کوئی صاحب دل اور باضمیر باقی نہیں ہے جو مسلمانوں کی طوفانوں میں پھنسی ہوئی کشتی کو منزلِ مراد سے ہم کنار کر سکے۔

25۔ اے مسلمان! اُٹھ، جاگ اور دیکھ تو کب تک دنیا کے اس بُت خانے (سیکولرازم اور خدا بےزار اور وحی دشمن ماحول) میں غیراللہ کی غلامی میں سکون سے بیٹھے گا۔ مغربی افکار کی غلامی اور مغربی لادین تہذیب کی پیروی کی قید سے نکلو۔ تمہارے پاس اپنا شاندار ماضی، تابناک روایات اور اللہ کی کتاب موجود ہے۔ تمہیں مغرب کے انسان دشمن اور ابلیسی نظریات کو ترک کر کے اپنے انسان دوست اور خداشناس تہذیبی سرمایہ کو از سرِنو زندہ کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

26۔ اے (مغرب اور مغربی افکار سے متاثر) مسلمان! اُٹھو اور اپنے اسلاف جیسی جدوجہد، جذبہ اور اپنے اندر دین کے لیے کچھ کرنے کی اُمنگ پیدا کرو کہ ایک مسلمان کے لیے یہی سرمایۂ حیات ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ یہ جذبہ اپنے خالق اور رب سے ہی مانگو۔ یہ جذبہ راتوں کو جاگ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے اُمّت کے لیے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ یہ جذبہ مغربی علمی درس گاہوں سے ہاتھ نہیں آتا۔ بقول علامہ اقبال ع

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلّی میں

27۔ اے مسلمان! دنیا کے اس مخالفانہ اور نامساعد ماحول کے سمندر میں تم کب تک تنکے کی طرح موجوں کے تھپیڑے کھاتے رہو گے اور بالادست سیکولر خدا بےزار قوتوں کے رحم و کرم پر زندگی گزارو گے۔ اُٹھو! خودشعوری اور خودشناسی کے جذبے سے مالا مال ہو جاؤ۔ اپنی خودی پہچانو اور اپنے اندر اسلامی اور دینی مقصد حیات کی لگن پیدا کرو، قربانی کا جذبہ پیدا کرو۔ اسی سے اپنے اندر ایک ضبط نفس اور اجتماعی سطح پر نظم و تنظیم (DISCIPLINES) پیدا کرو تا کہ تمہارا وجود دنیا کے اس ماحول میں پہاڑ کی طرح اٹل اور مضبوط ہو جائے۔

28۔ اے مردِ مسلمان! اہل دل اور دانا لوگ اگرچہ دل کا حال بالعموم کسی کو نہیں بتاتے۔ اُمت کی زبوں حالی اور عالم اسلام کی شکست و ریخت پر میرے دل میں جو اضطرابی کیفیات ہیں وہ تم سے چھپا کر نہیں رکھنا چاہتا۔ اُمت کے احوال کا درد ایسا مشترکہ درد ہے کہ میں اسے تم سے چھپانا نہیں چاہتا تا کہ تم حق و باطل کی کشمکش میں صورت حال کو صحیح پس منظر میں سمجھ سکو۔ اس لیے کہ اقوام غالب کا میڈیا اور نظامِ تعلیم حالات کو کچھ کا کچھ دکھاتا ہے۔ بقول علامہ اقبال

ع سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری
اور خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

امریکہ کی جہاد کو اسلام سے مائنس کرنے کی سازش دراصل سرمایہ دارانہ نظام کو تحفظ دینے کی ایک کوشش ہے: ایوب بیگ مرزا

سیاسی اسلام کا جو تصور مولانا مودودیؒ اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ جیسے لوگوں نے پیش کیا ہے، اگر ہم اُس کو سیکولر طبقہ تک پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں تو ہم امریکہ کو اس کے اپنے اثر رسوخ کے حلقوں میں مات دینے کی پوزیشن میں آ جائیں گے: خالد محمود عباسی

اب امریکہ اسلام کی تشریح کرے گا؟ کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: 1980ء کی دہائی میں امریکہ جہاد کا نعرہ لے کر آیا اس کا کیا مقصد تھا؟

خالد محمود عباسی: جب روس افغانستان میں آیا تھا تو اس وقت وہ کمیونزم کے نظام کو سپورٹ کر رہا تھا اور امریکہ کمیونزم کے خلاف تھا۔ ظاہر ہے ہمیں بھی اس نظام سے خطرات تھے۔ کیونکہ جن علاقوں میں کمیونزم چھا گیا تھا ان میں اسلامی عقائد و روایات کی بیخ کنی کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ لہٰذا ہمارے اندر کمیونزم کے خلاف جذبات تو تھے۔ یعنی اس وقت ہمارا اور امریکہ دونوں کا دشمن کمیونزم تھا جس کے خلاف مسلمان لڑے اور امریکہ نے ٹیکنالوجی کے ذریعے مسلمانوں کو سپورٹ کیا۔ لیکن اصولی بات یہ ہے کہ جب آپ کسی سے تعاون لیتے ہیں اور ڈرائیونگ سیٹ اس کے حوالے کر دیتے ہیں تو پھر وہ آپ کو استعمال کر کے چھوڑ دے گا۔ اس میں ہماری ساری دینی و سیاسی تحریکوں کے لیے ایک بہت بڑا سبق ہے کہ جب آپ کسی کا سہارا لے کر چلتے ہیں، اپنے بل بوتے پر نہیں چلتے تو جس نے آپ کو چلایا ہے وہ اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد آپ کو چھوڑ دے گا۔ مجھے جنرل حمید گل کا ایک قول یاد آ گیا۔ انہوں نے ہمدرد شوریٰ میں کہا تھا کہ ہم نے امریکہ کے کہنے پر اپنے نصاب میں سورۃ التوبہ کو شامل کیا تھا اور اب امریکہ کہہ رہا ہے کہ اس کو نکال دو تو ہم نے نکال دیا ہے۔ اس حد تک تو ٹھیک ہے کہ امریکہ کے کہنے پر ہم نے نصاب میں تبدیلیاں کی تھیں لیکن یہ بہت بڑی غلط فہمی پھیلائی گئی ہے کہ افغانستان میں سارا جہاد ہی امریکہ کی سرپرستی میں کیا گیا۔ حالانکہ وہاں مسلمانوں نے اپنے بل بوتے پر جہاد کو شروع کیا تھا جس میں بعد میں امریکہ بھی شریک ہو گیا۔ البتہ اس جہاد کو گلوبل امریکہ نے بنایا تھا۔

سوال: آج امریکہ جہاد کو ختم کرنے کے درپے کیوں ہے؟

خالد محمود عباسی: اصل میں سوویت یونین کے خاتمے کے بعد امریکہ کے مقابلے میں وہی جہادی کھڑے ہو گئے جن کو اس نے ایک وقت میں روس کے خلاف تیار کیا تھا۔ کیونکہ کمیونزم اور کیپٹل ازم کے برعکس مسلمانوں کا اپنا ایک نظام تھا جس کو یہود و نصاریٰ نے 1924ء میں ختم کر دیا تھا۔ اس کے بعد بالخصوص سید قطبؒ

مرتب: محمد رفیق چودھری

اور سید مودودیؒ کے لٹریچر نے جو فکری بنیادیں مہیا کیں ان پر سارے مسلم ممالک میں خلافت کے احیاء کی ایک فضاء بن گئی اور دوبارہ اس کے خواب دیکھے جانے لگے۔ یہ امریکہ کے لیے بہت بڑا خطرہ بن گیا۔ یعنی اس نے ایک مصیبت سے جان چھڑائی تھی اور جس کے ذریعے سے چھڑائی تھی وہ خود ایک نیا خطرہ بن کے اس کے سامنے آ گیا۔ لہٰذا اب انہوں نے اس کے قلع قمع کا پلان کیا۔ پھر چونکہ افغانستان میں طالبان کی حکومت قائم ہو گئی اور اسامہ بھی وہاں آ کر بیٹھ گیا۔ پھر یہ علاقہ مجاہدین کا مرکز بن گیا اور ایسا لگتا تھا کہ یہاں سے اس کام کا آغاز ہوگا اور پوری دنیا میں پھیلے گا۔ علامہ اقبال کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال نے افغانستان کے دورے سے واپسی پر اکوڑہ خٹک کے مدرسے میں کہا تھا کہ جو نظام افغانستان میں قائم ہے وہ اگر دو چار اور اسلامی ملکوں میں قائم ہو جائے تو ساری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ تو یہ امریکہ کے لیے بہت بڑا خطرہ تھا۔ لہٰذا اس نے پھر اس کے خلاف منصوبہ بندی کی اور نائن الیون کا ڈراما رچایا اور پھر ایک عسکری جدوجہد کی۔ لیکن دنیا میں عسکریت کے ذریعے سے نظریات کو نہیں دبایا جا سکتا جس کی وجہ سے امریکہ کی ساری کوششیں ناکام ہوئی ہیں۔ لیکن دوسری طرف سے اسی زمانے میں علمی سطح پر مسلمانوں کے چار طبقات بنا کر کوششیں شروع ہوئی تھیں جن میں خاص طور پر بنیاد پرست مسلمانوں کو ٹارگٹ کیا جانا تھا اور روایت پسندوں کے بارے میں منصوبہ یہ تھا کہ انہیں بنیاد پرستوں کے ساتھ ملنے نہیں دینا۔

سوال: امریکہ کو کس طرح کے اسلام سے خطرہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ امریکہ کو اسلام کی ہر طرز سے مسئلہ ہے۔ لیکن اس نے اس کو تقسیم کیا ہوا ہے۔ وہ مرحلہ وار ان سے نمٹے گا۔ مثال کے طور پر وہ سب سے پہلے ان لوگوں سے نمٹے گا جو اسلام کے سیاسی فکر کے قائل ہیں۔ یعنی بنیاد پرست جو سیاسی اسلام کے قائل ہیں اور اسلام کا غلبہ چاہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ ان سے نمٹے گا جن سے مدد حاصل کرنا چاہتا ہے یعنی روایت پسند مسلمان اور بالآخر وہ اس حد تک جائے گا کہ ہر وہ بندہ جو نماز پڑھے گا اور وضو کرے گا، اس کو وہ اپنا دشمن سمجھے گا۔ البتہ شروع میں ایسا نہیں کرے گا اور نہ یہ ظاہر کرے گا۔ یعنی امریکہ پورے اسلام کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جن قوموں نے منصوبہ بندی کی اور اس کے لیے عملی اقدام کیے وہ دنیا میں سرخرو ہوئی ہیں چاہے وہ مسلم قومیں تھیں یا اسلام دشمن قومیں تھیں۔ 1897ء میں جو protocols of the elders of Zoin نظری طور پر سامنے آئے تھے۔ انہوں نے اس کے بعد ان پر قدم بہ قدم عمل کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ ایک طاقتور ریاست ہے لیکن اس وقت امریکہ پر غالب یہود کی قوت ہے؟ وہی قوت امریکہ کی عسکری قوت کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہی ہے۔

یہودیوں کا پوری دنیا پر قبضہ کرنے کا ایک پروگرام ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد یہودیوں کے سامنے دو دشمن تھے۔ایک کمیونزم اور دوسرا اسلام بحیثیت نظام۔ انہوں نے سمجھا کہ پہلے طاقتور دشمن سے نبٹا جائے جو کمیونزم تھا کیونکہ ان کے پاس قوت نافذہ تھی۔لہٰذا انہوں نے پہلے ان سے نبٹا اور اپنے دشمن نمبر دو یعنی عالم اسلام کو اپنا حلیف بنایا۔اسی طرح جنگ عظیم اوّل اور دوم دونوں یہودیوں نے شروع کروائی تھیں تاکہ یورپ کمزور پڑے۔ اگر یورپ کمزور پڑے گا تو قوت کا مرکز اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور پھر یہی ہوا کہ عالمی طاقت کا مرکز لندن سے واشنگٹن منتقل ہوگیا۔امریکہ پر ان کا معاشی لحاظ سے پہلے ہی قبضہ تھا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈھائی تین سو سال سے مسلم عسکری اور دیگر کئی لحاظ سے کوئی قوت نہیں ہیں لیکن یہود و نصاریٰ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر پوٹینشل ہے ،ان کے پاس ایک ایسا لائحہ عمل یا دستور ہے جس پر اگر کبھی بھی عمل درآمد شروع ہوگیا تو یہ دوبارہ قوت بن سکتے ہیں۔لہٰذا اسی لیے وہ ہر جگہ مسلمانوں کو دبانا چاہتے ہیں۔اب مسلمانوں کے دوبارہ دنیا پر غالب ہونے کے لیے کچھ نظری باتیں بھی ضروری ہیں لیکن سب سے زیادہ ضروری جہاد کا جذبہ ہے۔کیونکہ نظری باتوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جہاد بنیادی عمل ہے۔وہ سمجھتے ہیں کہ نظری طور پر اس دین میں ایسی بات ہے کہ جب بھی وہ عمل کی طرف جائے گی تو عملی طور پر دنیا میں غالب آنے کا معاملہ بنے گا۔

سوال: افغان طالبان نے پاکستان کے علماء کو بذریعہ خطوط امریکہ کی جہاد کے خلاف اس سازش سے آگاہ کیا ہے۔کیا یہ سازش افغانستان تک محدود رہے گی یا گلوبل ہوجائے گی؟

خالد محمود عباسی: چونکہ آج دنیا ایک گلوبل ویلج بن گئی ہے تو کوئی بھی پالیسی محدود نہیں ہوتی بلکہ وہ عالمی ہی بنتی ہے۔اس کا براہ راست اثر ان احیائی تحریکوں پر بھی پڑے گا۔ویسے تو امریکہ نے اب جاکے سب سے بہتر حکمت عملی بنائی ہے۔کیونکہ دین کے لیے جدوجہد کرنے والوں کو جو سپورٹ مل رہی ہے وہ دینی طبقات سے ہی مل رہی ہے، وہ آپ کو سیکولر طبقات سے تو نہیں ملے گی۔وہاں پر جو بیانیہ چلتا ہے یا جو بات مانی جاتی ہے وہ اسی روایت پسند حلقے کی مانی جاتی ہے۔لہٰذا جب دینی طبقات کی طرف سے جہاد کے خلاف فتویٰ آئے گا تو گویا جسے کہتے ہیں کہ آپ کے سوتے خشک ہوجائیں گے۔یہ امریکہ کی سوچ ہے لیکن اس کو ناکام بنانا بھی درحقیقت اسی طبقے کے حق پرست لوگوں کا کام ہے۔اس کے لیے ایک حکمت عملی یہ ہے کہ علماء حق کو بتایا جائے کہ آپ ایسی کسی کانفرنس میں نہ جائیں جو دنیا میں امریکہ جہاد کے خلاف منعقد کروا رہا ہے۔لیکن یہ ری ایکٹو حکمت عملی ہے۔آپ نے اگر کوئی پرو ایکٹو حکمت عملی بنانی ہے تو وہ یہ ہوسکتی ہے کہ آپ اپنے لیے ایک نئی کان تلاش کرلیں کہ جہاں سے آپ کو بندے ملنا شروع ہوجائیں۔میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جو احیائی تحریکیں ہیں جیسے ہم ہیں، ہماری ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنی دعوت کا استدلال ایسے نکات کو بنائیں جو یہاں کے سیکولر طبقہ کو ایڈریس کرسکے۔جیسے عدل وغیرہ۔یعنی ہم سرمایہ دارنہ جمہوری نظام کے نقائص کو اعلیٰ علمی سطح پر پیش کریں اور اس کی تخریب کا کام کریں اور دوسرے یہ کہ اسلام کا جو ماڈرن تصور مولانا مودودی اور

> جنرل حمید گل نے ہمدرد شوریٰ میں کہا تھا کہ ہم نے امریکہ کے کہنے پر اپنے نصاب میں سورۃ التوبہ کو شامل کیا تھا اور اب امریکہ کہہ رہا ہے کہ اس کو نکال دو تو ہم نے نکال دیا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد جیسے لوگوں نے پیش کیا ہے اس کو اس طبقے تک اگر موثر انداز میں پہنچانے میں کامیاب ہوجائیں تو ہم امریکہ کو اس کے اپنے اثر رسوخ کے حلقوں میں مات دینے کی پوزیشن میں آجائیں گے۔

سوال: کیا امریکہ کی ایسی سازشوں سے امت میں کوئی نیا اختلاف آسکتا ہے؟

خالد محمود عباسی: میرے خیال میں اس سے ایک نئی پولورائزیشن وجود میں آجائے گی اور وہ اچھی سمت میں ہوگی کہ ہر طبقے میں ایک نئی تقسیم وجود میں آجائے گی کہ کون سیاسی اسلام کا حامی ہے اور کون اس کا مخالف ہے۔یہ تقسیم ان احیائی تحریکیں میں بھی آجائے گی جو اصلاح کا کام کرنا چاہتی ہیں، ان میں بھی جو روایت پسند ہیں لیکن وہ دین کی اقامت کی بات کرنا چاہتے ہیں اور ان میں بھی جو سیکولر ہیں لیکن وہ چاہتے ہیں کہ ایک عادلانہ نظام دنیا میں آئے۔

سوال: ایک دانشور کے مطابق اسلام کے عروج کا دور گزر چکا ہے۔کیا یہ بات قرآن وحدیث سے مطابقت رکھتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بڑی اذیت ناک اور تکلیف دہ بات ہے۔اس سے ان احادیث کی بھی نفی ہوتی ہے جن میں اسلام کے غلبے کی بات بیان ہوئی ہے۔اس کے علاوہ یہ بات قرآن کے حتمی اور قیامت تک آخری ہونے کی بھی نفی ہے۔کیونکہ قرآن تاقیامت زندہ کتاب ہے اور اس کے احکامات تاابد ہیں۔اس طرح کی بات ایک صحیح حقیقی مسلمان کے لیے انتہائی قابل نفرت اور قابل مذمت ہے۔

خالد محمود عباسی: یہ دانشور ایک اعتبار سے بڑی زبردست شخصیت ہیں۔یہ ماسٹر آف پیراڈکسن ہیں۔یہاں انہوں نے ایک بہت سبٹل سا مغالطہ تخلیق کیا ہے۔دیکھیں! کوئی قوم اٹھتی ہے عروج حاصل کرتی ہے پھر وہ زوال پذیر ہوجاتی ہے۔یہ قوموں کا معاملہ ہوتا ہے۔لیکن مسلمان اس معنی میں کوئی قوم نہیں ہیں کہ ان کی کوئی قومی تحریک ہے۔بلکہ یہ بنیادی طور پر ایک نظریاتی تحریک ہے اور نظریاتی تحریک میں عروج وزوال آتے رہتے ہیں۔ہمارے پاس گارنٹی ہے کہ آخری زمانے میں مسلمانوں کا دوبارہ عروج ہونا ہے۔یہ دانشور صاحب کہتے ہیں کہ ایک قوم پہلے عروج حاصل کرتی ہے پھر اس میں خرابیاں آتی ہیں،عیاشیاں وغیرہ پیدا ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ زوال پذیر ہوجاتی ہے۔اسلام نے اس کے لیے ایک اصول یہ دیا ہے کہ اسلام زوال پذیر نہیں ہوگا بلکہ جو قوم اسلام کے پرنسپلز سے روگردانی کرے گی وہ زوال پذیر ہوجائے گی لیکن اللہ اس کی جگہ کسی دوسری قوم کو لے آئے گا۔ اسلام کو پہلا عروج عربوں کے ذریعے سے ملا۔جب ان میں کمزوری آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو زوال پذیر کردیا۔پھر تاتاریوں کے ذریعے اسلام کو عروج ملا۔ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ اسلام کو دوبارہ عروج ملے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ انہی مغربی اقوام کے ہاتھوں مل جائے۔کیا ان صاحب کو اس پر بھی اعتراض ہوگا؟ آخری گزارش یہ ہے کہ جو semitic races تھیں وہ بھی ساری استعمال ہوگئیں، جو حضرت یافث سے ناڈرک ریسز تھیں یعنی یورپی اقوام اور تاتاری وغیرہ وہ بھی عروج پاکے اب ختم ہوچکے۔لہٰذا خود ان کے اصول کے مطابق اب اگر عروج آنا چاہیے تو ان کا آنا چاہیے جو حضرت حام کی نسل سے ہیں اور وہ زیادہ تر انڈیا، پاکستان، مصر، سوڈان وغیرہ کے علاقوں میں آباد ہیں۔ہم یہ کہیں گے کہ اسلام کا عروج ہوگا اور ہم اگر ان کی وہ بات مان بھی لیں تو اب وہ عروج

جن کے ذریعے آنا ہے وہ یہ قومیں ہیں۔ البتہ ان کو لیڈر شپ عرب سے ہی ملے گی کیونکہ اس کا اوریجن عرب ہے ۔ یہ بات امام مہدی تک جائے گی۔ جیسے اقبال نے پیشن گوئی کی تھی کہ وہ جو نطق اعرابی ہیں اور ذہن ہندی ہیں اور شکوئے ترکمانی ہیں۔ اس کا اب اتحاد ہونے جائے گا۔

سوال: کیا اسلام کے سیاسی نظام کے قیام کی خواہش کو مسلمان کے دل سے نکالا جاسکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اسی لیے ہم مذہب اور دین کو دو اصطلاحوں کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ مذہب کا معاملہ ہوسکتا ہے کہ مسلمان کا انفرادی بن جائے لیکن دین تو کہتے ہی اس کو ہیں جو انفرادی اور اجتماعی تمام گوشوں کو اپنی آغوش میں لے لے۔ تبھی وہ دین ہے اور دین ہے ہی تب اگر وہ غالب ہے۔ اگر وہ غالب نہیں ہے تو پھر وہ دین نہیں ہے۔ میں روایتی اسلام کے معاملے میں مایوس نہیں ہوں، اگرچہ اب اس امریکی سازش نے فکری سطح پر بھی اختلاف پیدا کر دیا ہے لیکن ان کا اصل اختلاف مسلکی ہے۔ مثال کے طور پر افغانستان میں سیاسی اسلام کے علمبردار طالبان ہیں جو دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں لیکن کیا یہاں آپ کسی ایک بریلوی کو بھی نکال سکتے ہیں جو یہ کہہ رہا ہو کہ اسلام کا نظام نہیں ہونا چاہیے؟ میں سمجھتا ہوں کہ ہر مسلمان چاہے وہ باعمل ہو یا بے عمل اس کی خواہش ہے کہ خلافت راشدہ والا نظام آنا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس نئی امریکی سازش سے قوم تقسیم ہوگی لیکن وہ کسی تصادم کی طرف نہیں جائے گی۔ کیونکہ وہ پہلے ہی مسلکی بنیاد پر موجود ہے۔ اس وقت امریکہ نے جس نئے بیانیہ کو ترتیب دیا ہے اور اس کے لیے وہ جو علماء کی کانفرنسیں منعقد کروا رہا ہے، اس میں بدنیتی اور جعل سازی کے کئی پہلو بھی سامنے آرہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ان کانفرنسز میں علماء کی شرکت ہوئی، علماء نے ان میں حق بات بھی کہی لیکن امریکہ نے ان کی حق بات کو میڈیا کے ذریعے دبا دیا اور تاثر یہ پھیلایا جیسے تمام علماء امریکی موقف سے متفق ہوں۔ اس کے بعد بہت سے علماء کا ردعمل بھی سامنے آیا ہے جس کی وجہ سے ہماری مقتدر قوتوں نے اس بیانیے کے حوالے سے پسپائی اختیار کی۔ ابھی آپ نے جس دانشور کا حوالہ دیا ہے ان کے شاگرد نے اس پر بڑا افسوس کا اظہار کیا ہے کہ حکومت نے ایک بیانیہ تو دے دیا لیکن اب اس کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا گیا ہے۔ عملی طور پر اس پر کچھ نہیں ہورہا۔ اسی وجہ سے اب اس کا کوئی ذکر بھی نہیں ہو رہا ہے۔

سوال: ایسا کیا لائحہ عمل اپنایا جائے کہ مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں دشمنان اسلام تحریف نہ کرسکیں؟

خالد محمود عباسی: چونکہ آج میڈیا کا دور ہے اور ہر قسم کے نظریات کی رسائی ممکن ہے۔ لہٰذا دشمن تو اس کے خلاف اقدام کریں گے۔ لیکن آپ نے اپنے نظریات کو واضح کرنا ہے، گراس روٹ لیول تک پہنچانا ہے تاکہ کوئی دوسرا کنفیوژن پیدا نہ کرسکے۔ یعنی آپ نے ہر مسلمان کو اتنا ایجوکیٹ کرنا ہے کہ کوئی دوسرا اس کو گمراہ نہ کرسکے۔ دجال نے یہی کرنا ہے کہ ایک کنفیوژن تخلیق کرنی ہے اور ہر آدمی کے ایمان کو ڈانواں ڈول کردینا ہے۔ کیونکہ آپ اس دنیا سے نکل تو نہیں سکتے۔ مرتے دم تک اس دنیا میں ہی رہنا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: جہاد کا ذکر ہو رہا ہے۔ اگر ہم اسلام میں سے جہاد کو مائنس کردیتے ہیں تو پھر وہ بدھ ازم رہ جاتا ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ جہاد وہی ہوگا جس کا اعلان اسلامی ریاست کرے گی۔ مگر اس کے لیے ریاست کو بھی واقعتاً اسلامی ہونا چاہیے۔

سوال: سیاسی اسلام کی بات کرنے والے اکثر تشدد کی طرف نکل جاتے ہیں ان کو کیسے ٹھیک کیا جائے؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگ سیاسی اسلام کے قائل ہی نہیں ہیں بلکہ یہ بنیادی طور پر تشدد ہی کے قائل ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے، نہ ان سے مسلمان بچتا ہے نہ غیر مسلم بچتا ہے۔ اسلام تو میدان جنگ سے باہر غیر مسلم کو بھی قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ جو لوگ سیاسی اسلام چاہتے ہیں وہ نظام کی بات کرتے ہیں۔ یعنی اسلام کا نظام قائم کیا جائے اور ان حالات کے مطابق قائم کیا جائے جو آپ کو درپیش ہیں۔ جیسے تنظیم اسلامی منہج نبویؐ کے طریقے کے مطابق جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہے۔ یہ بھی جہاد ہی ہے۔ لیکن اس میں تشدد نہیں ہے، ان کی طرف سے ٹکراؤ نہیں ہے، تصادم نہیں ہے۔ خاص طور پر ایک اسلامی ملک میں رہتے ہوئے اس کا ایک طریقہ کار ہے جو واضح کیا گیا ہے۔

خالد محمود عباسی: میرا خیال ہے کہ جس آدمی کے دل میں احیائی تحریکوں کے نتیجے میں نظام خلافت یا نظام مصطفیٰ ﷺ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اس کو اگر فوری طور پر صحیح طریقہ کار کی راہنمائی نہ دی جائے تو اس طرح کے لوگ ہائی جیک ہو جاتے ہیں اور ہمارے اس خطے میں انتہا پسندانہ جذبات تو خمیر میں شامل ہیں۔ ان کو وہ لوگ attract کرتے ہیں جو فوری کسی ایکشن پر آمادہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی فوری طور پر تربیت کی ضرورت ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ جماعت اسلامی سے بھی لوگوں کو اٹھایا گیا ہے، ہمارے حلقہ احباب پر بھی ڈاکہ ڈالا گیا ہے۔ بانی تنظیم اسلامی نے ایک دفعہ تقریر کی تھی کہ امت مسلمہ میں جذبہ کی کوئی کمی نہیں ہے لیکن اصل میں طریقہ کار کی غلطی ہے۔ لوگوں کو پتا ہی نہیں ہے کہ کس طریقے پر عمل کر کے نظام خلافت قائم ہوگی۔ لہٰذا ساری محنتیں رائیگاں جارہی ہیں، قربانیوں کا نتیجہ نہیں نکل رہا ہے۔ وہ منہج انقلاب نبویؐ ہمارے پاس ہے۔ وہ ہمیں باقی سب کو بتانا چاہیے کہ اس طریقے پر عمل پیرا ہونے سے اسلامی انقلاب آئے گا۔

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے حافظ قرآن بیٹے، عمر 36 سال، تعلیم میکینکل انجینئر، جاب سعودی عرب، دراز قد، خوبصورت کو دوسری شادی کے لیے دینی مزاج کی حامل، باپردہ ڈاکٹر لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ حافظہ، عالمہ یا ڈاکٹر قابل ترجیح۔

برائے رابطہ: 0312-9904525
0300-4174571

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنی بھانجی، عمر 23 سال، تعلیم انوائرمینٹل انجینئرنگ (UET) قد "3 . '5، ذات جٹ، کے لیے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4388195

☆ لاہور میں رہائش پذیر خاتون، عمر 38 سال، شرعی پردہ کی پابند کے لیے نیک، برسر روزگار شخص کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0332-4440630

☆ لاہور میں رہائش پذیر پٹھان فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 24 سال، تعلیم ایم فل، لیکچرر کے لیے دینی مزاج کی حامل پڑھی لکھی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ایبٹ آباد، مانسہرہ سے تعلق قابل ترجیح۔

برائے رابطہ: 0300-6543031
0323-4849330

رونا ہے یہ سارے گلستاں کا

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

جب استعماری مغربی طاقتوں نے مقبوضات کو آزادی دینی شروع کی اور بظاہر نوآبادیاتی نظام ختم ہوگیا۔ اس پر کئی نامور عالمی مفکرین نے کہا تھا کہ اگرچہ باضابطہ استعمار کا دور تو ختم ہوگیا لیکن یہ صرف شکل تبدیل ہوئی ہے۔ اگرچہ ممالک آزاد کر دیئے گئے۔ لیکن اب یہ ریموٹ کنٹرول غلامی کا آغاز ہوا ہے۔ کم خرچ، بالانشین۔ ہینگ لگی نہ پھٹکڑی اور رنگ بھی چوکھا۔ 17ویں 18ویں صدی میں انسانوں اور قوموں کو غلام بنا کر یہ مغربی بدنام بھی ہوئے تھے۔ مقامی (مسلم) آبادیوں میں غم وغصہ بصورت جہاد بار بار ابل پڑتا تھا۔ بندر بانٹ کے تحت لیبیا پر اٹلی، الجزائر، مراکش پر فرانس، شام مصر پر برطانیہ، فرانس، انڈونیشیا پر ڈچ قابض رہے۔ اس دوران ان علاقوں پر اپنی زبان، ثقافت، تہذیب، عقائد مسلط کیے۔ افریقہ، ایشیا کے کمزور ممالک کے انسانوں کو غلام بنا کر جانوروں کی طرح بیچا خریدا۔ بھڑکتی جنگوں کی آگ میں ان آبادیوں کو سستی فوج بنا کر استعمال کیا۔ جنگوں سے معاشی کمر ٹوٹنے اور نوآبادیات میں آزادی کے بلند آہنگ نعروں کے پس منظر میں ایک نیا نظام ترتیب پایا۔ یہ نیا استعماری نظام تھا (New Colonialism)۔

گورا رخصت ہوا۔ وہی پورا استعماری ڈھانچہ بھورا ہو گیا۔ وہی چھاؤنیاں، سول لائنز (بڑی بڑی اراضی پر گرجوں اور اب مقامی عیسائیوں سمیت) جم خانہ کلب، ہاؤسنگ کالونیاں، مراعاتی نظام، مربع جاگیریں شان وشوکت کے ساتھ بھورے رنگ کا فکری، نظریاتی غلام (براؤن صاب) ان میں براجمان ہوگیا۔ پورا مفاداتی، مراعاتی، استحصالی نظام مقامی آقاؤں کے ہاتھ میں آگیا۔ عام آدمی آزادی کے پھریرے لہراتا۔ اپنے جھنڈے، نئے قومی ترانے، پیریڈ اور بینڈ باجے، مقامی پولیس فوج دیکھ کر خوش ہو کر نعرے لگاتا رہا، دن مناتا رہا۔ مگر نہیں جانتا تھا کہ یہ ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں گرفتاری حتیٰ کہ سالہا سال گورے آقا بطور مشیر، کمانڈر اور اعلیٰ سول افسر بھی موجود رہے۔

مغربی استعمار جو بڑی محنت سے خلافت عثمانیہ توڑ کر کٹھ پتلی نظام لایا تھا۔ ترکی میں اسلام کے سائے سے بھی خوفزدہ، اردگان کے خلاف ارادے، تمنائیں، جھونکے بیٹھا تھا۔ اردگان کی جیت میں مضمر سیکولرازم کی موت پر وہ تپے بیٹھے ہیں۔

اب یہ بظاہر مسلمانوں پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔ لیکن ملک کے بنیادی ڈھانچے کے ستون، فوج، بیوروکریسی، عدلیہ، پولیس، پارلیمنٹ، میڈیا۔ سبھی پر گورے آقاؤں کی مکمل چھاپ تھی۔ اسی ٹکسال میں گھڑے سکے تھے۔ یہ سب تازہ کر لینے کے بعد آیئے احوالِ وطن دیکھیے۔ انتخابات کی گھن گرج جاری ہے۔ نئے پرانے اور آئندہ آنے والوں کا ایک ایکسرے خبروں کی صورت دیکھا جا سکتا ہے۔ عوام کی حکمرانی...... عوام کے لیے! صرف ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ صدر ممنون حسین قوم کو یومیہ 98لاکھ روپے میں پڑتے ہیں۔ چند جگہوں پر رسمی خطاب اور بعض کاغذات پر مہر لگانے کی خاطر صدر کا منصب؟ چند خطابوں اور مہر کی سالانہ قیمت 1.3 ارب روپے ہے۔ جو ایک کم خرچ دفتر میں بھی، غریب قوم کا خون نچوڑے بغیر سرانجام دیا جا سکتا ہے۔ اتنی مراعات کے باوجود پوتی کی شادی کے لیے صدر صاحب نے کراچی گورنر ہاؤس منتخب فرمایا۔ شادی ہال کا10، 15 لاکھ کا خرچ بچا کر قوم کی جیب کاٹی گئی۔ یہ سادگی بھی دیدنی ہے۔ (کچھ عرصہ قبل سادگی اور بچت کی مہم چلائی گئی تھی!) قبل ازیں شاہ محمود قریشی (تحریک انصاف: جواب بس اقتدار میں آیا ہی چاہتی ہے) نے اپنے بیٹے کی شادی بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی کے میدانوں میں صرف 5ہزار کرایہ دے کر کی تھی۔ کیونکہ مہمان 25 ہزار تھے، لہٰذا دو میدانوں کے مابین دیوار اور زنجیریں توڑ کر یہ شادی خانہ آبادی سرانجام پائی۔ میدان تباہ کر کے رکھ دیئے جس پر شدید غم وغصے کا اظہار ہوا تھا۔ نجانے کیوں؟ حالانکہ قوم کی قیادت کے بیٹے بیٹیاں یہ حق تو رکھتے ہیں کہ اپنے باپ دادا کی جیب ڈھیلی نہ کی جائے۔ قوم کے چندے (ٹیکس) پر وہ بیاہے جائیں۔ چلیں ہماری طرف سے سلامی ادا ہوگئی!

اب چار دن کی چاندنی کے مزے لوٹنے کو نگران سیٹ اپ آیا ہے۔ اس خبر پر 'اپ سیٹ' (پریشان) ہونے کی ضرورت نہیں کہ آتے ہی وزیراعظم ناصر الملک شاہانہ پروٹوکال کی بارات لے کر والدین کی قبر پر سوات فاتحہ پڑھنے گئے تھے۔ (برا نہ مانیے۔ سرکاری مال پر فاتحہ پڑھی جائے گی تو بارات ہی کہلائے گی)۔ بعدازاں یہ بھی کلبلاتی خبر چھپی کہ چند قدم کے فاصلے پر قدم رنجہ فرمانے کو ناصر الملک 13 گاڑیوں کا پروٹوکال ہمراہ لیے گئے۔ شہری اور پولیس اہلکار راستوں کی بندش پر گرمی میں پگھلتے، سلگتے، بگڑتے رہے۔! بے چارے عوام کالانعام۔ جن کے نام پر حکومتیں آتی جاتی ہیں۔ ادھر عمران خان پر پیپلز پارٹی چلائی ہے کہ انہیں ابھی سے وزیراعظم کا پروٹوکال دیا جا رہا ہے۔ ان کی سیکورٹی کے لیے 300 رینجر اہلکار، ماہانہ ایک کروڑ سرکاری خرچ پر تعینات کیے گئے ہیں۔ (چھوٹے سے 200 کنال کے غریب خانے پر200 رینجر کافی ہو جاتے!)

پہلے یہ بھی سوال اٹھایا گیا تھا کہ عمران خان کا عمرے کا طیارہ فوجی اڈے سے کیوں اڑا؟ کمال ہے یہ بھی کوئی سوال ہے جو پوچھا جائے! فوجی وزیراعظم سویلین اڈے سے اڑان کیوں بھرے؟ کس میں جرأت ہے کہ پوچھے ہم سے 'اُڑنے' کا جواز؟ اُڑنے سے پہلے آخر اَڑے بھی تھے بصورت دھرنا! اس اڑنے پر بھی تو پیچھے ایسے ہی ایک ایمپائر کی انگلی کارفرما رہی۔ جس پر انگلیاں اٹھتی رہیں۔ ان دنوں شائع ہونے والے سیاست دانوں کے اثاثوں کی دیگوں کے چند دانوں کی خبریں بھی ہوش ربا ہیں۔ میاں حسین (مظفر گڑھ) کے اثاثے 4 کھرب سے زائد ہیں۔ بہت کچھ چھپا کر بھی (کہ عمران خان اور شہباز شریف کے پاس ذاتی گاڑیاں تک نہیں ہیں! قوم ترس کھائے۔ کریم/اوبر پر آتے جاتے ہیں؟) امیدواروں کی جائیدادیں، کاروبار، آف شور کمپنیاں، قومی بین الاقوامی سطح کی ہیں! ناصر الملک بھی (عدلیہ والے سابق) سنگاپور اور برطانیہ میں جائیدادوں کے مالک ہیں۔ 10 کروڑ بینک بیلنس، سوات میں 23 دوکانیں، اسلام آباد میں 3 پلاٹ، سی این جی سٹیشن اور فلور ملوں میں شراکت! غریب مقروض ملک کے امیر ترین اوپر والے! جرنیلوں کی بات کرتے تو سبھی کی گھگھی بندھتی ہے۔ یادش بخیر ایک طبی شعبے کے جرنیل صاحب کی جائیدادوں کی ہوش رُبا طوالت کئی کاغذوں پر محیط کسی قانونی رہنمائی

کے لیے دیکھنے والے نے دیکھی تو کئی دن سٹی گم رہی۔ کیونکہ طبی جنزل تو بے چارا مسکین ہی ہوتا ہے۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا! یہ بہاریں گورا ہمارے لیے بو گیا تھا جو ہم 70 سال بعد بھی کاٹ رہے ہیں۔ وہ مطمئن تھا کہ بانیان پاکستان تو چل دیئے اب پیچھے ملک غلام محمد، اور سکندر مرزا جیسے گورے آقا کے تربیت یافتہ سدھائے غلام چلے آئیں گے۔

تاریخ کے اوراق ہمیں ایک آزاد اسلامی مملکت کے ایسے کتنے ہی شرمناک، اذیت ناک کرداروں کی گراوٹ کی کہانیاں سناتے ہیں۔ سرکاری اثاثے فروخت ہو گئے۔ صنعتیں ختم ٹھپ، پانی بجلی غائب۔ لامنتہا قرضے انہی کے اللوں تللوں اور انہی سفید ہاتھیوں کو پالنے کی خاطر ہے۔ عوام کا خون نچوڑ کر حاصل کردہ ٹیکس اور بیرونی قرضے بھی ان کی عیاشی کے لیے ناکافی ہیں۔ کروڑوں انتخابات میں خرچ کر کے ان کرسیوں تک پہنچنے کی دیوانگی اربوں بنانے ہی کی خاطر ہوتی ہے۔ اسی دوران یہ خبر بھی تھی کہ حج پر پاکستان سے بھکاری اور جیب کترے بڑی تعداد میں جاتے ہیں۔ کیوں نہ جائیں! ملکی وسائل تباہ کر کے دنیا بھر میں کشکول اٹھائے پھرنے والوں کی نمائندگی یہی طبقہ کرتا ہے! رہے جیب کترے۔ تو وہ بھی مذکورہ بالا احوال سے واضح ہے کہ انہیں بھی نمائندہ بن کر جانا ہی چاہیے۔

اب یہاں خلافت راشدہ میں حکمرانی اور مسلم حکمران کے اوصاف کی بات کیونکر ہو! بھینس کے آگے بین بجا کر کیا لینا۔ اسی لیے تو یہ شریعت کی حکمرانی کی بات پہ لال پیلے نیلے ہو جاتے ہیں۔ جانتے ہیں اس میں ان کا مقام کیا ہوگا! 'اللہ تمہیں احمق لوگوں کی قیادت سے اپنی پناہ میں رکھے۔ ایک شخص نے سوال کیا: یہ کون لوگ ہوں گے؟ نبی ﷺ: وہ حکمران جو اس وقت آئیں گے جب میں نہ ہوں گا۔ وہ نہ تو میری ہدایت کی پروا کریں گے نہ ہی میری سنت پر عمل کریں گے۔ چنانچہ جس کسی نے ان (احمق لوگوں) کے جھوٹ کی تائید کی اور ان کے ظلم میں ان کی مدد کی وہ مجھ میں سے نہیں، نہ میں ان میں سے ہوں۔ اور انہیں روزِ قیامت میرے حوضِ کوثر پر آنے کی اجازت نہ ہو گی۔ اور جس کسی نے نہ تو ان کے جھوٹ کو مانا اور نہ ہی ظلم میں ان کی مدد کی تو وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ اور وہ روزِ قیامت حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے۔' (احمد)

مرا رونا نہیں رونا ہے یہ سارے گلستاں کا
وہ گل ہوں خزاں ہر گل کی ہے گویا خزاں میری

رفقاء متوجہ ہوں

''قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی'' میں

13 تا 15 جولائی 2018ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

نقباء کورس (نئے و متوقع نقباء کیلئے)

کا انعقاد ہو رہا ہے،

زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 021-36823201 / 0334-0111956

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت :79-35473375(042)

داخلے جاری ہیں

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

جاری کردہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ

رجوع الی القرآن کورسز (پارٹ I اور II)

یہ کورسز بنیادی طور پر تعلیم یافتہ افراد کے لیے ترتیب دیے گئے ہیں' تا کہ وہ حضرات جو کم از کم انٹرمیڈیٹ کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' ان کورسز کے ذریعے ان کو ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے۔ ہفتے میں پانچ دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

نصاب (پارٹ I) برائے مرد و خواتین

1. عربی صرف و نحو
2. ترجمہ قرآن (مع تفسیری توضیحات)
3. سیرت النبی ﷺ
4. قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی
5. تجوید و ناظرہ
6. مطالعۂ حدیث و فقہ العبادات
7. اصطلاحاتِ حدیث
8. اضافی محاضرات

نصاب (پارٹ II) صرف مرد حضرات

1. مکمل ترجمۃ القرآن (مع تفسیری توضیحات)
2. مجموعۂ حدیث
3. فقہ
4. اصولِ تفسیر
5. اصولِ حدیث
6. اصولِ فقہ
7. عقیدہ
8. عربی زبان و ادب
9. اضافی محاضرات

- انٹرویو کی تاریخ، 23 جولائی (صبح 8:30 بجے)
- کلاسز کا آغاز، 24 جولائی (صبح 8:00 بجے)
- پارٹ II میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے

نوٹ: داخلے کے خواہشمند 23 جولائی تک اپنی رجسٹریشن ضرور کروالیں۔ رجسٹریشن نہ ہونے کی صورت میں لیٹ داخلہ نہیں دیا جائے گا۔

پارٹ I میں داخلے کے لیے انٹرمیڈیٹ پاس ہونا اور پارٹ II میں داخلے کے لیے رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I) پاس کرنا لازمی ہے

برائے رابطہ **قرآن اکیڈمی**

36-K ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 35869501-3

email:irts@tanzeem.org

ملک شیر افگن

0300-4201617

انصاف

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

اہل علم نے انصاف کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں:

1۔ انسان اپنے ساتھ انصاف کرے اس لیے کہ جو شخص اپنے ساتھ انصاف نہیں کر سکتا وہ دوسروں کے ساتھ بھی انصاف نہیں کر سکتا۔ انسان کا اپنے نفس کے ساتھ انصاف (احسان) یہ ہے کہ وہ اس کے لیے ایسی چیز کا دعویٰ نہ کرے جو حقیقت میں اس کی نہیں ہے۔ اسے گناہوں میں مبتلا کر کے ذلیل وخوار نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور توحید، محبت، خوف، امید اور توکل کے ذریعے اس کی تربیت کرے اور اسے عزت ورفعت کا حقدار بنائے۔ اپنے ساتھ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ یہ پہچانے کہ اس کے خالق اور مالک کا حق کیا ہے اور اسے کس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟ اپنے رب کے ساتھ ٹکراؤ کا راستہ ہرگز اختیار نہ کرے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں انصاف کا مطلب یہ ہے کہ اس کی بندگی کا حق ادا کرے۔ اللہ کا حق ادا کرنا بندے کے بس کی بات نہیں۔ بہر حال اس کے لیے بھرپور جدوجہد کرے۔ اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرے، اپنے علم میں جہالت کا، اپنے عمل میں آفات کا، اپنی ذات میں عیوب کا اور اپنے معاملات میں ظلم کا اقرار کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ گناہوں پر مواخذہ کرے تو اسے اس کا عدل سمجھے، اگر وہ درگزر فرمائے تو اسے اس کا فضل جانے، ہر حال میں رب تعالیٰ کو محسن اور اپنے آپ کو اللہ کا حق ادا نہ کرنے والا تصور کرے۔

3۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ انصاف یہ ہے کہ آپؐ پر ایمان لائے۔ آپؐ سے ساری مخلوق سے زیادہ محبت کرے۔ آپؐ کے حکم اور ارشاد کو دوسروں کے احکام پر ترجیح دے۔ بندے کا حضور اکرم ﷺ کے حقوق میں کوتاہی کرنا بہت بڑا ظلم ہے، اس لیے کہ آپؐ ایمان والوں پر ساری مخلوق سے زیادہ مہربانی اور شفقت کرنے والے ہیں۔

4۔ انسانوں کے ساتھ انصاف یہ ہے کہ ان کے حقوق ادا کرے، ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے، ان کے ساتھ ویسے معاملہ کرے جیسا کہ اپنے ساتھ معاملہ کرنا پسند کرتا ہے۔ اسلام ہر کسی کے ساتھ انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے چاہے وہ رائے، دین اور مذہب کے اعتبار سے مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ (نظرۃ النعیم:3/579,578)

سورۃ النساء میں ہے: ”اے ایمان والو! عدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور اللہ کی رضا کے لیے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ اگرچہ وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ یا رشتہ داروں کے خلاف ہو“ (آیت:135)

سورۃ المائدہ میں ہے: ”اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، کسی قسم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔“ (آیت:8)

اسلام ہر کسی کے ساتھ انصاف کا حکم دیتا ہے خواہ وہ دشمن اور غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ کو پھلوں کا اندازہ لگانے کے لیے خیبر بھیجا۔ انہوں نے آپؓ کو کچھ رشوت دینا چاہی، حضرت عبداللہ ؓ نے فرمایا: ”اے یہود کی جماعت! تم میرے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ قابل نفرت ہو، تم نے اللہ کے نبیوں کو قتل کیا اور اللہ پر جھوٹ بولا، لیکن تم سے مجھے جو نفرت ہے وہ مجھے تمہارے اوپر ظلم پر آمادہ نہیں کر سکتی۔ یہود یہ جواب سن کر کہہ اٹھے، اسی سے تو ارض وسماء قائم ہیں۔“

ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے کسی ذمی پر ظلم کیا یا اسے ذلیل کیا، یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا یا اس کی رضامندی کے بغیر اس سے کوئی چیز لے لی تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے وکیل بن کر آؤں گا۔“

اندازہ کیجئے! کہاں تو وہ اسلامی معاشرہ تھا جس میں غیر مسلم پر ظلم کی اجازت نہیں تھی اور اسے بہر صورت انصاف مل کر رہتا تھا اور کہاں ہمارا معاشرہ ہے جسے ہم نے ظلم سے بھر دیا ہے اور انصاف عنقا ہو کر رہ گیا ہے۔ غیروں کو تو چھوڑیئے خود مسلمان، مسلمان کے ہاتھوں محفوظ نہیں، ہمارا کون سا محکمہ ہے جو ظلم سے محفوظ ہے، دیہاتوں سے شہروں تک، بازاروں سے محلوں تک ہر جگہ ظلم ہی ظلم ہے، قانون مکڑی کا جالا ہے جو کمزور کو دبوچ لیتا ہے اور طاقتور اسے توڑ کر نکل جاتا ہے، قانون کی بولی لگتی ہے، جو بڑی بولی لگائے اسے خرید لے۔

اقرباء پروری عام ہے، دشمن کا تنکا بھی شہتیر دکھائی دیتا ہے اور اپنوں کا شہتیر بھی تنکے سے کمتر نظر آتا ہے۔ حالانکہ حکم یہ دیا گیا تھا کہ ہر حال میں انصاف پر قائم رہو، کسی کی محبت یا عداوت کی وجہ سے عدل کا دامن نہ چھوڑو، یاد ہوگا جب فاطمہ نامی ایک خاتون نے چوری کی تھی، اس کے رشتہ داروں کو جب پتہ چلا کہ اس جرم کی سزا ہاتھ کاٹنے کی صورت میں دی جائے گی تو انہوں نے حضرت اسامہ ؓ کو سفارشی بنا کر بھیجا۔ وہ جانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ اسامہ سے محبت کرتے ہیں، ذاتی اوصاف وخصوصیات کے علاوہ وہ آپؐ کے متبنیٰ حضرت زید ؓ کے بیٹے تھے۔ انہوں نے جب قوم کے اصرار پر سفارش کی تو آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا: ”کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو، تم سے پہلی قوموں کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی غریب اور کمزور جرم کرتا تو اس پر حد جاری کرتے اور اگر کسی معزز سے جرم سرزد ہو جاتا تو اسے چھوڑ دیتے، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔“

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج ہم دوبارہ پہلی قوموں کے حالات سے دوچار ہیں، جہاں کمزوروں کے لیے قانون اور ہے، اور طاقتوروں کے لیے قانون اور ہے۔ باوجود یہ کہ انصاف میں بے پناہ دینی اور دنیوی فوائد ہیں ہم انصاف کو رواج دینے کے لیے آمادہ نہیں۔ آیئے ایک نظر ان فوائد پر ڈالیں:

1۔ انصاف کمال ایمان اور صحت اسلام کی دلیل ہے۔
2۔ انصاف، ملکوں اور معاشروں کی مضبوطی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔
3۔ بندے کا اپنے بارے میں انصاف کرنا، اس کے انانیت سے پاک ہونے کی دلیل ہے۔
4۔ انصاف سے محبت کو فروغ ملتا ہے اور ہر شخص اپنی جان، مال اور آبرو کے بارے میں اطمینان محسوس کرتا ہے۔
5۔ انصاف سے حقداروں کو حقوق مل جاتے ہیں اور روح عدالت عام ہو جاتی ہے۔
6۔ انصاف کی وجہ سے دل بغض وحسد اور نفرت جیسی صفات سے پاک ہو جاتے ہیں۔
7۔ مخالفین کے ساتھ انصاف کی وجہ سے معاشرہ، سازشوں اور مکر وفریب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔
8۔ انصاف کی وجہ سے ہر شخص کو اپنا مستقبل محفوظ نظر آتا ہے اور وہ یکسوئی کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہتا ہے۔
9۔ جہاں انصاف ہوتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ (نضرۃ النعیم:3/597,596)

تصفیہ اور تزکیہ کا فرق

مولانا صلاح الدین

دینی مجالس میں ہم اکثر دو الفاظ سنتے رہتے ہیں۔ دونوں تصوف میں استعمال ہوتے ہیں مگر اکثر عوام تو کیا علماء بھی ان کا مفہوم سمجھنے میں غلطی کر جاتے ہیں۔

(1) تزکیہ (2) تصفیہ

تصفیہ ہمیشہ قلب کا ہوتا ہے اور تزکیہ ہمیشہ نفس کا ہوتا ہے۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن میں بٹھا لیجئے کہ تصفیہ قلب کی صفائی کا نام ہے اور تزکیہ نفس کی صفائی کا نام ہے۔ بنیادی فرق سمجھئے کہ جیسے ایک آئینہ ہو اس پر مٹی کی تہہ آ جائے اس مٹی کی تہہ کو صاف کرنے کا نام تصفیہ ہے۔ ہم نے اس کی صفائی کر دی۔ اس لیے کہ مٹی آئینے کے اندر داخل نہیں ہوتی بلکہ آئینے کے اوپر تہہ بنا لیتی ہے۔ اس تہہ کو ہٹا لینے کا نام صفائی (تصفیہ) ہے، اسی طرح گناہوں کی ظلمت دل کے اندر سرایت نہیں کرتی، دل پر تہہ بناتی ہے اور اس پر دلیل قرآن عظیم الشان ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ o﴾ (المطففین: 14) نہیں ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا، تو زنگ اندر تو نہیں جاتا؟ زنگ کی تہہ اوپر چڑھتی ہے، اسی طرح دل کے اوپر گناہوں کی ظلمت کی تہہ چڑھ جاتی ہے، اس کو رین القلوب کہتے ہیں، دلوں کا زنگ۔ اور کہا کہ **لکل شی صقالة و صقالة القلوب ذکر اللّٰہ** ''چیز کے لیے صیقل ہوتا ہے، پالش ہوتی ہے اور دلوں کا صیقل اللہ کی یاد ہے۔ تو اس کو تصفیہ قلب کہتے ہیں۔

لیکن اگر کپڑا میلا ہو جائے تو اب یہ کسی کپڑے سے صاف ہونے سے رہا اس کے لیے تو پانی، صابن ہونا ضروری ہے۔ تب کام بنے گا۔ اب یہ جو طریقہ ہے کپڑے میں صابن لگانا، دھونا نچوڑنا اس کا نام تزکیہ ہے۔ اس کپڑے کا تزکیہ ہو رہا ہے کیونکہ میل اس کے اندر داخل ہو چکا تھا، اس کے اندر سے میل نکالا جا رہا ہے۔

اسی طرح نفس کے اندر خباثت موجود ہوتی ہے۔ ﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا o﴾ (الشمس: 8) اچھائی بھی اس کے اندر ہے اور برائی بھی اس کے اندر ہے۔ اب اندر سے برائی نکال دینا تاکہ خیر رہ جائے اس کا نام تزکیہ ہے۔ اس لیے نبی ﷺ دنیا میں معلم اعظم بھی بن کر آئے اور مبلغ اعظم بن کر بھی آئے۔ اور دنیا میں مرشد اعظم بھی بن کر تشریف لائے۔ آپؐ نے تزکیہ فرمایا یہاں تک کہ صحابہؓ کے نفوس کو دھو کر رکھ دیا، ان کے دل صاف ہو گئے تو تصفیہ ہمیشہ قلب کا ہوتا ہے اور تزکیہ ہمیشہ نفس کا۔

تزکیہ کی اہمیت

یہ اتنی اہم چیز ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی: ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾ (البقرہ: 129) اللہ کا گھر بنایا اور گھر بنانے کے بعد دعا مانگی، اللہ مکان تو بنا دیا، مکین بھیج دیجئے، مدرسہ بنا دیا چلانے والے مہتمم صاحب کو بھیج دیجئے۔ عبادت خانہ تو بنا دیا عبادت سکھانے والے کو بھیج دیجئے۔ تو رب کریم نے ان کی دعا کو قبول کیا، دعا مانگنے والے ابراہیم ''خلیل اللہ'' ان کی مدد کرنے والے اسماعیل ''ذبیح اللہ'' جس گھر کو بنایا اس کا نام ''بیت اللہ'' اور جس سے دعا مانگی اس ہستی کا نام ''اللہ'' اور جس کے لیے دعا مانگی اس کا نام ''محمد رسول اللہ ﷺ'' چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے دادا ابراہیم کی دعا کی قبولیت بن کر دنیا میں آیا۔ لہٰذا نبی تشریف لائے لیکن دعا مانگنے والے نے جو دعا مانگی تھی اور اس میں جو مقصد بتایا تھا وہ تھا: ﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ﴾ (البقرہ: 129) انہوں نے تزکیہ کو چوتھے نمبر پر رکھا تھا، لہٰذا جب پروردگار نے نبی علیہ السلام کو بھیجا تو وہی چار مقصد بیان فرمائے لیکن ترتیب بدل دی۔ میرے ابراہیم یہ تزکیہ اتنا اہم ہے اس کو چوتھے نمبر پر بیان کرنے کی بجائے اس کو دوسرے نمبر پر رکھنے کی ضرورت ہے۔ فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا﴾ (الجمعۃ: 2) وہ ذات جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول کو بھیجا، اس کا کیا مقصد تھا؟ ﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ﴾ ان پر آیات کی تلاوت کرے اور ان کا تزکیہ کرے۔ تو دعا مانگنے والے نے چوتھے نمبر پر دعا مانگی اور قبول کرنے والے نے پھر دوسرے نمبر پر ذکر فرمایا۔ اس لیے تزکیہ کی اہمیت معلوم ہوگئی۔ تزکیہ کے بغیر ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ کام نہیں آتے اس لیے پہلے اس کا تذکرہ کیا کہ درس و تدریس کرنے والو! نفاذِ شریعت کی محنت کرنے والو! اس تزکیہ کی بھٹی میں تمہیں بھی تپنا پڑے گا۔ تب جا کر کام بنے گا۔ ورنہ اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے تم دین کے نام پر دنیا داری کرو گے۔ اپنے آپ کو بھی دھوکے میں رکھو گے اور مخلوق خدا کو بھی دھوکہ میں ڈالو گے، اس لیے تزکیہ کا تذکرہ پہلے فرمایا۔ اس کے اہم ہونے کی وجہ سے، اللہ رب العزت کے یہاں اس کی بڑی اہمیت ہے۔

تزکیہ کے دو طریقے

پہلا طریقہ:

ایک طریقہ تو یہ کہ انسان دنیا میں اپنی سہولت کے ساتھ اپنی من مرضی کے ساتھ کسی اللہ والے سے تعلق رکھے اور ان کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف پر عمل کرے اور ان کے مطابق زندگی گزارے تاکہ باطنی نجاستیں دھل جائیں۔ من صاف ہو جائے، اندر کے روگ دور ہو جائیں اب اس کا تزکیہ ہو گیا، تو یہ انسان ہلاک ہونے والا انسان نہیں۔ ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ (الاعلیٰ: 14) تحقیق فلاح پا گیا وہ جس نے تزکیہ حاصل کیا۔ تو یہ فلاح پانے والا انسان ہوا، یہ پہلا اور آسان طریقہ ہے تزکیہ کا۔

دوسرا طریقہ:

اور اگر کوئی آدمی یہ کام نہ کرے ایمان لانے کے بعد گناہوں بھری زندگی گزارتا پھرے اور اسی حال میں دنیا سے رخصت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ چونکہ رحیم و کریم ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے انتظام کر دیا۔ جو بندہ دنیا میں اپنا تزکیہ نہیں کرتا پھر اللہ تعالیٰ نے تزکیہ کے لیے ہسپتال بنا دیا، جیسے بیمار آدمی کے لیے دنیا میں ہسپتال ہوتا ہے کہ جو گھر میں اپنی صحت کا خیال نہیں رکھتا پھر ڈسپنسری میں یا ہسپتال میں جانا پڑتا ہے۔ اسی طرح جس نے اپنی مرضی سے اللہ والوں کے ساتھ رہ کر اپنا تزکیہ نہیں کیا اب اسے ڈسپنسری اور ہسپتال میں جانا پڑے گا۔ ڈسپنسری کا نام قبر ہے، ہسپتال کا نام جہنم ہے۔ وہاں بھی تزکیہ ہوگا۔ پکی

سچی بات ذمہ داری سے عرض کر رہا ہوں اور قرآن عظیم الشان میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ جن کی بیماریاں اتنی بڑی ہوں گی کہ اس ہسپتال میں بھی ان کا کوئی علاج نہیں ہوگا۔ جیسے کینسر کی بیماری، ایڈز کی بیماری، دنیا کے ہسپتال میں ان کا کوئی علاج ہی نہیں تو اللہ رب العزت نے جو بیماروں کے لیے ہسپتال بنایا ہے اس ہسپتال میں کفر کا، شرک کا، نفاق کا علاج نہیں ہے۔ یہ ایڈز اور کینسر کی طرح کی بیماریاں ہیں، روحانی اعتبار سے۔ اس کے علاوہ جو بھی بیمار ہوں گے ان کی بیماریوں کو جہنم کے ہسپتال میں شفا مل جائے گی۔ اس لیے قرآن پاک میں اللہ فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہوں گے ﴿وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ﴾ (البقرۃ:174) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کلام بھی نہیں کریں گے اور ان کا تزکیہ بھی نہیں ہوگا۔

دنیا کا قانون

دنیا کا دستور ہے کہ جب ان کے ملک میں کوئی آنا چاہتا ہے تو وہ شرط لگاتے ہیں کہ آپ اپنا ہیلتھ سرٹیفکیٹ (Health certificate) پیش کریں۔ اب افریقہ کے ملک والے کسی ملک میں بھی جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ جی ییلو فیور کا (Yellow Fever) سرٹیفکیٹ پیش کریں۔ یہ ان کا حق ہے، ان کا اختیار ہے، وہ چاہتے ہیں کہ یہ بیماری والا ہمارے ملک میں نہ آئے۔ آپ حج کو جانا چاہیں تو وہ کالرا اور میگنیائٹس (گردن توڑ بخار) کا سرٹیفکیٹ مانگیں گے۔ لہٰذا جو بندے بھی حج کو جاتے ہیں، ان کو وہ سرٹیفکیٹ لینا پڑتا ہے۔ اگر یہ بیماری ہے تو وہ کہتے کہ ہمارے ملک میں نہیں آسکتے۔ ہمارے ملک میں آنا ہے تو ان بیماریوں سے شفایاب ہو کر آؤ، ان بیماریوں کی ویکسین (Vaccine) لے کر آؤ۔

جنت میں جانے کا اصول

اسی طرح اللہ رب العزت نے بھی اصول بنا دیا، جنت مخصوص لوگوں کی جگہ ہے۔ اس میں داخل ہونے کے لیے تم بھی بعض بیماریوں سے پاک ہو کر آؤ۔ قرآن عظیم الشان میں فرمایا کہ یہ وہ جگہ ہے: ﴿وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝﴾ (طٰہٰ:76) اور یہ بدلہ ہے اس بندہ کے لیے جو ستھرا ہوا ہو۔ جو تزکیہ حاصل کرے گا اس کو جنت میں داخلہ ملے گا، جس کا تزکیہ نہیں ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

❀❀❀

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور (رجسٹرڈ) کے زیر اہتمام

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ کُلّیۃ القُرآن لاہور

191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن سیکھتے ہیں اور دوسروں کو قرآن سکھاتے ہیں۔'' (حدیث نبوی ﷺ)

میٹرک پاس طلبہ کے لیے درسِ نظامی (آٹھ سالہ کورس) کے پہلے سال میں

داخلے شروع

خصوصیات

☆ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایف اے، بی اے اور ایم اے کی کلاسز
☆ ذہین اور مستحق طلبہ کے لیے وظائف
☆ وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ / پنجاب یونیورسٹی کا نصاب
☆ تقریر اور تحریری مہارت کے لیے نامور اساتذہ کی راہنمائی

شیڈول برائے داخلہ

☆ داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 6 جولائی 2018ء
☆ انٹرویو اور تحریری ٹیسٹ 6 جولائی 2018ء
☆ کلاس کا آغاز 7 جولائی 2018ء

اہلیت برائے داخلہ

☆ میٹرک پاس طلبہ داخلہ فارم جمع کرواسکتے ہیں۔
☆ عمر 16 تا 18 سال (حفاظ کے لیے عمر میں دو سال کی رعایت)
☆ صرف پاکستان کے شہری

نوٹ: میٹرک کے نتائج کا انتظار کرنے والے طلبہ بھی داخلہ لے سکتے ہیں۔

برائے معلومات

دفتری اوقات کے دوران 042-35833637
دفتری اوقات کے بعد 0301-4882395

المعلن

حافظ عاطف وحید (مہتمم)

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں — تنظیمِ اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور — اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ جولائی 2018 — شوال المکرم ۱۴۳۹ھ

مشمولات

☆ تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری! — ایوب بیگ مرزا
☆ قرآن حکیم کی دعائیں — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ سورۃ الفاتحہ: قرآن کے فلسفہ و حکمت کی اساسِ کامل — شجاع الدین شیخ
☆ ماہِ رمضان کے بعد ہماری زندگی میں تبدیلی آنی چاہیے — ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی
☆ قرآن حکیم اور ہم عصر اقوام — مولانا عصمت اللہ
☆ رائی بھر ایمان — مسز بینا حسین خالدی
☆ صدقۂ جاریہ — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
☆ مولانا ابوالکلام آزادؒ: بحیثیت ماہرِ قرآنیات — عبدالرشید عراقی
☆ موجودہ انتخابی نظام اور اسلامی تعلیمات — ڈاکٹر نجیب الحق
☆ عالمی معیشت پر یہودی اجارہ داری — محمد ندیم اعوان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرونِ ملک) 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور — 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

Time for NOTA?

A political turmoil has enveloped Pakistan since Panama Leaks swept the political landscape. Many claim the solution is "more democracy" to weed out the corrupt. This is now an inapplicable narrative. Democracy comes wrapped in the cloak of dynastic rule that is not delivering. Many lament General Raheel Sharif should have taken a decisive step when the reigns were in his hands. This narrative is as incorrect as the first one. Army has its own role to play that definitely does not include running the politics of the country.

The correct and democratic way may well lie in applying NOTA. This gives those voters the chance to reject all the candidates named in the ballot paper by ticking on 'None of the above' option. There is no reason to remain silent any more.

Simon Pardoe writes: "Why vote 'none'? Many people consider that none of the parties will make any difference. What does it achieve? Why is it better than not voting? Every government needs to claim a mandate to govern based on voters' support. So voting 'none' makes visible the current lack of support for those elected and their lack of mandate. It enables the 'unheard third' to "act" and demonstrate opposition rather than apathy. Most of all, it gives us all an opportunity to show that there is political opinion that is not currently represented by the parties, and that there really is support for different candidates, different policies and potentially different politics. What if 'none' wins in a constituency? It should require a new election to inspire different candidates."

In the previous election held, Election Commission of Pakistan announced that an empty box will be now on the ballot paper-stating: 'None of the above' thereby rejecting all contesting candidates in a constituency. The news had taken political and media circles by storm. Many within these circles had opposed it, whereas the common educated man had hailed the decision. Unfortunately, this was removed days before the country went to vote. Those who opposed had declared it as a step against democracy. Is it? If the voter is allowed the chance of rejecting all-it offers him a broader base than to choose between the Devil and the Black Sea. In a number of cases, one hears people refraining from voting particularly in the urban areas because they do not want to vote for the same electable who have bought in change for the better. Urban areas are marked by low resident interaction, an absence of the 'baithak' (general commuting place for residents) culture. This is not only true of upscale areas but also lower-middle income neighbourhoods.

The logical outcome of NOTA will be those elected will be more answerable to the voters. This will make them more answerable in terms of broken promises to people they represent. It will also make them more answerable to the people in cases where

rampant corruption committed, if any. In the final analysis let the people decide whom to vote for. That is the essence of democracy. This should also mean they cannot be appointed as advisors and chairpersons of organisations.

Pakistan will not be the first country to introduce NOTA. Various countries and territories like Bangladesh, the American state of Nevada, Greece and Columbia etc have incorporated the 'No Vote" or "None of the above" option on their ballot papers. Canada and Spain etc do not specifically have this provision on their ballot papers, but they do allow their citizens the right to decline to vote or to leave the ballot papers blank in dissent. Former Soviet Union had this provision in 1991 and after its break-up; Russia had kept on giving this privilege to its voters till 2006.

A 'none of the above' option on the ballot paper could motivate disillusioned citizens to take part in the act of voting – without compulsion. It could exert a new kind of pressure on the political parties and candidates, forcing them to see, in hard cold numbers, the degree of frustration in their own constituency. It could deflate support levels of "populist" parties. In short, the introduction of "NOTA" and "proportional representation" in the electoral process of Pakistan could bring about some positive changes.

<u>Source</u>***: Adapted from an article published in daily Pakistan Today***

<u>**Note**</u>***: The editorial board of Perspective may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.***

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ’’قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی‘‘ میں

13 تا 15 جولائی 2018ء

(بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

مدرسین ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے،

زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 021-36823201 / 0334-0111956

المعلن : مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

رفقاء متوجہ ہوں

’’دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی،

23- کلومیٹر ملتان روڈ، (نزد چوہنگ) لاہور‘‘ میں

15 تا 21 جولائی 2018ء

(بروز اتوار نماز عصر تا ہفتہ نمازِ ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاءِ ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن : مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

Vol: 27 Regd. No. C.P.L NO.114 No.26

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore